مجلس ذکر: جمعرات ۲۵ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ - ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء

بیعت کے سلسلے میں

ایک غلطی کا ازالہ

از حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ: خالد سلیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ کافی دن بیمار رہنے کے بعد میچن آباد (بہاولپور) سفر کا اتفاق ہوا۔ میں جب بھی وہاں گیا ہوں روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ سعید والا اور عثمان والا وغیرہ ان علاقوں میں حضرتؒ کے اکثر تشریف لے جانے کا اثر اب تک ہے سب کی مشرع داڑھیاں ہیں۔ وہاں کے نوجوانوں، بوڑھوں، عورتوں کو اللہ اللہ کرنے کا بہت شوق ہے۔ یہ سب اُن بزرگوں کا صدقہ اور اثر ہے جنہوں نے اُن علاقوں میں مسلسل محنتیں کی ہیں۔

معزز حضرات! اگر اللہ نے آپ کو اپنی یاد اور عبادت کی توفیق عطا فرمائی ہے تو آپ بے فکر ہو کر نہ بیٹھ جائیں۔ اللہ تعالےٰ کا خوف ضرور دل میں رکھیں۔ موت سے پہلے پہلے ایمان کے ضائع ہونے کا ہر وقت خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ایک غلطی بہت عام ہے وہ یہ کہ بیعت کے بعد اپنے آپ کو فارغ سمجھا جاتا کہ بس اب ہم نے توبہ کر لی ہے بخشش ضرور ہو جائے گی۔

حضرات! یاد رکھیں کہ بیعت کرنے کے بعد اپنے آپ کو فارغ سمجھ لینا بہت بڑی گمراہی ہے۔ بلکہ بیعت کے بعد ذمہ داریاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔ ویسے بھی ہر مسلمان کو فرائض و واجبات، سنن و مستحبات کا علم ہونا ضروری ہے۔ اس پر فرض ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد حتی الامکان ادا کرتا رہے۔

بیعت تو اصلاح باطن کی ابتدا ہے اپنے مرشد کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر اللہ کثرت سے کرنا۔ گناہوں سے بچتے رہنا اور اپنے فرائض کو ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے آپ حضرتؒ کے رسائل پیر و مرید کے فرائض، مسلمان عورت کے فرائض ضرور پڑھیں۔ اس سے آپ کے تمام شکوک دور ہو جائیں گے۔

بیعت کے وقت انسان وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ سب گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا اور اپنے فرائض ادا کروں گا۔

یاد رکھیں کہ بیعت کے بعد اپنے آپ کو پاک و صاف سمجھنا کہ بس اب بخشے جائیں گے عمل کی کوئی ضرورت نہیں بہت بڑی گمراہی ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ ایمان کا ہر وقت اور ہر حال میں ڈر اور خطرہ ہے۔ ولیوں کی ولایت چھن سکتی ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ڈریں۔ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو صدقِ دل سے گڑگڑا کر بارگاہ الٰہی میں توبہ کریں۔ خوب ذکر اللہ کریں۔ اللہ تعالےٰ معاف فرمائے گا۔

دوسری بات میں نے یہ عرض کرنی ہے کہ طریقت شریعت کے عین مطابق ہو تو وہ مقصود محبوب و مطلوب ہے۔ لیکن اگر طریقت شریعت کے خلاف ہے تو وہ سراسر گمراہی ہے۔ آج شریعت کے احکامات سے بے پرواہی اور بے نیازی کو طریقت کا نام دے دیا گیا ہے۔ نہ نماز کی پرواہ ہے نہ روزے کی اور نہ پاکی پلیدی کی۔ ایسے گمراہ لوگوں سے بچتے رہیں۔ ان کی صحبت میں ہرگز نہ بیٹھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، صحابہ کرام اور بزرگان دین کے احوال و واقعات پڑھیں اور سنیں۔ اس سے ایمان کو تازگی اور عمل میں پختگی نصیب ہوگی۔ مجھے تبلیغی جماعت والوں کا پروگرام بے حد پسند ہے کہ چاہے اَن پڑھ جاہل ہوں یا عالم کوئی نہ کوئی صحابہ کرامؓ یا بزرگوں کے حالات و واقعات پڑھ کر ضرور سنائے گا اور باقی سب غور سے سنیں گے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اپنے فرائض ادا کرنے، اخلاق نبویؐ اپنانے، صغائر و کبائر گناہوں سے بچنے اور تبلیغ دین کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

آپ اللہ تعالےٰ سے دعا کثرت سے مانگا کریں۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ دعا ہی مقصود عبادت ہے۔ ساری نماز دعا ہی دعا ہے۔ دعا اللہ تعالےٰ اور بندے کے درمیان ایک رشتہ ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالےٰ سے استقامت دین، اعمال کی زیادتی اور ایمان کی پختگی اور دنیاوی حاجات کے لئے بھی کثرت سے دعا مانگیں۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے بعض لوگ اللہ اللہ اس لئے کرتے ہیں کہ ہم سے کوئی کرامت ظاہر ہو۔ ہمیں کچھ نظر آئے ایسے لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ فرمایا کرتے تھے۔

اطلبوا الاستقامت ولا تطلبوا الکرامت۔
ان الاستقامت فوق الکرامت

اللہ تعالےٰ سے استقامتِ دین طلب کرو۔ کرامت کی خواہش و دعا نہ کرو۔ کیونکہ استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے۔

گذارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض کے بعد رزق حلال کی کوشش کرنا بہت بڑی عبادت ہے۔ حرام کھانے پینے سے بہت بچیں۔ حرام کھانے پینے سے عبادت و ذکر اور دعا ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پاک ہے اور وہ پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے۔ چلتے پھرتے خوب ذکر اللہ کریں۔ بلا وجہ فضول سیاسی محفلوں اور جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ بُری صحبت سے حتی الامکان بچتے رہیں۔ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم جانیں۔ اپنے آپ کو بڑا ہرگز نہ سمجھیں۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہی آدمی بڑا بنتا ہے۔ ریا، کبر حسد، عجب سب روحانی بیماریوں سے بچتے رہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

نام کتاب :- فضائل خدمت خلق
ضخامت :- ۱۱۰ صفحات
قیمت :- قسم اول ایک روپیہ
قسم دوم ۱۲ر آنے
ملنے کا پتہ :- (۱) رشیدیہ کتب خانہ جامع مسجد حنفیہ پسرور ضلع سیالکوٹ ۔ (۲) مکتبہ حنفیہ قادریہ چھنوں موم ضلع سیالکوٹ ۔

فضائلِ خدمتِ خلق و مذمت خدمتِ خلق یادگار سلف عالم ربانی جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ خلیفۂ مجاز قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ العزیز کی تالیف لطیف اور حالی مرحوم کے ان اشعار کی ترجمان ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہُدا کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
ہو جس کو خلائق سے رشتہ ولاء کا

یہی ہے ہدایت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

وجہ تصنیف تحریر فرماتے ہوئے حضرت مولانا مدظلہ رقمطراز ہیں :-

"عرصہ ہوا کہ وقار العلماء اسوۃ الصلحاء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے فضائل نماز، فضائل روزہ، فضائل حج، فضائل صدقہ، فضائل تبلیغ اور فضائل قرآن وغیرہ کتب تصنیف فرمائی تھیں ۔ ان کتابوں سے ہر طبقہ بے حد فیض یاب ہوا اور ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ سلسلۂ فیض قائم دائم رکھے) لیکن اس مبارک سلسلہ میں ایک گوشہ خالی نظر آیا یعنی "فضائل خدمت خلق"۔ اس عاجز ناکارہ نے اللہ تعالیٰ سے ایک مدت التجاء کی کہ اے اکرم الاکرمین، الرحیم الراحمین اس موضوع پر احقر کو لکھنے کی توفیق مرحمت فرما۔ میں تیری رحمت کا مستحق نہیں ہوں لیکن سب سے زیادہ محتاج ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے محض محتاج سمجھ کر توفیق بخشی۔"

مصنفِ کتاب کی بے نفسی، للہیت اور خدا دوستی مذکورہ بالا سطور کے لفظ لفظ سے ظاہر ہو رہی ہے اور تصنیف انہیں جذبات وخیالات کی آئینہ دار ہے ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اولیاء کرام اور صلحائے امت تک تمام اقوال و افعال سے خدمتِ خلق کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

درحقیقت دین دو چیزوں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عبارت ہے۔ خدمتِ خلق حقوق العباد ادا کرنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ اس طرح گویا فضائل خدمت خلق تحریر فرما کر حضرت مولانا پسروری مدظلہ نے آدھے دین کی ترجمانی فرمائی ہے لیکن اگر آج کل کے حالات، لوگوں میں حرص وہوا کے جذبات اور خود غرضی کی فراوانی حقوق العباد کے سلسلے میں شریعت کے احکام اور زیرِ نظر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ مصنف مدظلہ نے دراصل پورے ہی دین کی ترجمانی فرما دی ہے اللھم زد فزد۔

پیارے پیارے واقعات، بزرگوں کے ایمان افروز تذکرے اور روح پرور تعلیم غرض کتاب کیا ہے فضائل و شمائل کا ایک حسین گلدستہ ہے جسے مصنف مدظلہ نے نہایت محبت و اخلاص اور عشقِ الٰہی کی حلاوت سے سرشار ہو کر ترتیب دیا ہے تاکہ امت مسلمہ خلقِ محمدی کی تصویر اور خیر امت کا مصداق بن سکے ۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس سعی کو مقبول و منظور فرمائے اور اس کے صلہ میں اپنی رضا کے تمغہ سے نوازے آمین ۔

ہم قارئین خدام الدین سے کتاب کے مطالعہ کی پُرزور درخواست کرتے ہیں ۔

نام کتاب :- **نفحات الجنۃ لمن صلّی علیٰ نبی الرحمۃ**
مرتبہ :- جامع شریعت وطریقت سید الاصفیا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب [illegible] مدظلہ، خلیفۂ ارشد حضرت امام الاولیاء لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
ملنے کا پتہ :- (۱) انجمن خدام الاسلام رجسٹرڈ جامع مسجد اورنگی ۔
(۲) عبدالاعلیٰ بیگ شیرانوالہ گیٹ لاہور ۔
ضخامت :- ۸۰ صفحات ہدیہ :- ایک روپیہ صرف

زیرِ تبصرہ کتاب جامع شریعت وطریقت سید الاصفیاء حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامع مسجد نورنگی وخلیفۂ ارشد حضرت امام الاولیاء لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مرتب کردہ ہے۔ اس کتاب میں وہ تمام درود شریف جو مختلف طرح سے مختلف سلاسل میں رواج پا چکے ہیں اور اُن کی اسناد صحیح ہیں جمع کر دیئے گئے ہیں ۔ نیز درود شریف کے مسائل وفضائل نہایت احسن اور محبت بھرے انداز میں بیان کئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر دل زندہ اور روح تازہ ہوتی ہے اور دماغ عشقِ نبوی کی حلاوتوں میں گم ہو کر کیفِ سرور کے مزے لینے لگتا ہے راقم الحروف نے جب بھی اس کتاب کو پڑھا قلب و نظر نے ایک ایسا وجدانی اور غیر مرئی کیف محسوس کیا جو بیان سے باہر ہے اور قلم اس کا اظہار کرنے سے عاجز ۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرتب مدظلہ کو اس کے حقیقی اجر سے بہرہ ور فرمائے اور اس کے صلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہاتِ خصوصی سے مشرف فرمائے ۔ آمین

ہم قارئین کرام سے اس کتاب کو مطالعہ میں رکھنے کی پرزور سفارش کرتے ہیں ۔

نام کتاب :- قصیدۂ طوبیٰ فی اسماء اللہ الحسنیٰ
مصنف :- منظوم عربی معہ ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب روحانی بازی
ناشر :- ادارۂ تصنیف وادب قاسم العلوم ملتان

اسماء حسنیٰ کی برکت سے دعا مانگنا مستحسن ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوگا ۔ نیز حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے کہ اسما حسنیٰ پڑھنے کے بعد ہر دعا قبول اور حاجت پوری ہوتی ہے ۔ اس کی قبولیت کے سلسلہ میں مولانا موصوف نے ایک واقعہ بھی درج کیا ہے ۔ ان کے سندھی شاگرد مولوی عبدالودود صاحب نے ۱۳۸۲ھ میں حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا کہ ایک جگہ تمام حاجی جمع ہیں اور وہ ایک فرشتہ کے حکم سے یہ قصیدہ طوبیٰ سب کو سنا رہے ہیں ۔ یہ خواب اس قصیدہ کی قبولیت عنداللہ کی غیبی بشارت ہے ۔ کاغذ آرٹ پیپر ۔ کتابت طباعت رنگین عکسی نہایت حسین اور دیدہ زیب ۔ ہدیہ صرف ۵۰ پیسے
ملنے کا پتہ :- عبدالاعلیٰ بیگ شیرانوالہ گیٹ لاہور

نام کتاب :- اشاعتِ اسلام
قیمت :- قسم اول ۶/۵۰ قسم دوم ۴/۵۰ ضخامت :- ۴۰۰ صفحات
تالیف :- حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم دارالعلوم دیوبند ۔
ملنے کا پتہ :- بزمِ اشاعت حبیب بک بلڈنگ اردو بازار لاہور

مذکورہ بالا کتاب کی مقبولیت کیلئے صرف یہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ کتاب شیخ الاسلام سیدی ومولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کی پسندیدہ کتاب ہے ۔ اسلام نے فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر جس جس انداز میں اکنافِ عالم کو بقعۂ نور بنایا اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سوز و گداز اور محنت سے کشتِ اسلام کی آبیاری کی اس کتاب میں اس کا نقشہ پیش کیا گیا ہے ۔ قارئین کی تازگیٔ ایمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت سودمند ہوگا ۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

امام الاولیاءؒ قطب العالم

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں

ازمولانا احمد عبدالرحمٰن الصدیقی ناظم انجمن خدام الدین نوشہرہ

ذیقعد ۸۰ھ کا ایک سرد دن تھا۔ شیرانوالہ مسجد میں حسب معمول امام الاولیاء قطب العالم شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے صبح عام لوگوں کو درس قرآن دیا۔ اور باہر سے آنے والوں سے مل کر دوائی کے لئے اپنے دولت کدہ تشریف لے گئے۔ علماء تفسیر جو ان دنوں حضرت الشیخ لاہوریؒ سے تفسیر قرآن پڑھنے کے لئے دور دراز سے تشریف لائے تھے اپنی کاپیوں، دواتوں کو لئے ہوئے آرہے تھے۔ اور دارالتفسیر میں اپنی اپنی جگہ نہایت ہی ادب کے ساتھ بیٹھ رہے تھے پورے ۹ بجے حضرت الشیخؒ مسجد کے چھوٹے دروازے سے داخل ہو کر سیدھے دارالتفسیر میں تشریف لائے۔ طلباء تفسیر نے عرض کیا کہ حضرت سردی ہے اگر بڑی مسجد کے صحن میں درس ہو تو زیادہ مناسب ہو گا۔ حضرت نے فرمایا۔ بہت اچھا مجھے بھی فالج کی تکلیف ہے۔ جس کے لئے سردی ویسے بھی نامناسب ہے۔ چنانچہ یہ استاد العلماء اپنے دیوانہ وار فدا ہونے والے شاگردوں کے ساتھ باہر مسجد کے صحن میں رونق افروز ہوئے۔ انیسویں پارے کی سورہ نمل شروع ہوئی۔ ابھی غالباً ڈیڑھ رکوع ہی ہوا ہو گا۔ کہ باہر ایک موٹر آکر رکی۔

رئیس التبلیغ شیخ وقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب اور ایک تیسرے صاحب مسجد میں داخل ہوئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے درس تفسیر میں تشریف لائے۔ پیچھے کی طرف سے آکر میرے قریب بیٹھ گئے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل بائیں ہاتھ ساتھ ہی بیٹھا کرتا تھا۔ اور تقاریر لکھتا تھا۔ میں ابھی حضرت الشیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کرنے والا ہی تھا کہ مولانا محمد یوسف دہلویؒ نے انگلی کے اشارہ سے روک دیا۔ قریباً نصف گھنٹہ امیر التبلیغ بیٹھے رہے اور مراقب رہے۔ پھر آہستہ سے اٹھے اور باہر چل دیئے۔ اس وقت ایک قاری تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ حضرت الشیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ درمیان سبق تلاوت قرآن کروایا کرتے تھے میں بھی امیر التبلیغ کے پیچھے دفتر خدام الدین تک آیا۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ مفتی صاحب انہیں حضرت کے نام رقعہ لکھ دو۔ چنانچہ مفتی صاحب نے ایک رقعہ حضرت صاحب کے نام لکھا۔ جس میں غالباً دعا کی درخواست کی گئی تھی۔ امیر التبلیغؒ مصافحہ کے بعد موٹر میں تشریف لے گئے۔ اور میں واپس درس میں آگیا۔ جب درس ختم ہوا تو وہ رقعہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارکہ میں پیش کیا حضرتؒ نے دیکھنے کے بعد فرمایا کہ ہم تو بغیر ان کے کہے ہوئے بھی ان کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ اور فی الفور ہاتھ کھڑے کر کے حسب عادت خاموشی کے ساتھ دعا فرمائی۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا۔ جس کو میں نہیں بھلا سکتا۔ کہ حضرت الشیخؒ نے ان کے لئے کس طرح دعا فرمائی اور امیر التبلیغ رحمۃ اللہ علیہ کس طرح مؤدب طریقے سے حضرتؒ کی خدمت میں تشریف لائے۔

سچ ہے یہ ادب و عقیدت اہل اللہ والوں کو آتی ہے۔ اور اہل کو ایک دوسرے کی قدر و منزلت کا احساس ہوتا ہے۔ امیر التبلیغؒ سے اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں اور تقاریر سنیں۔ آخری مرتبہ ۱۹ر مارچ ۱۹۶۵ء بروز جمعہ عشاء کے بعد جناب برادر محترم شیخ عبدالشکور صاحب انور کی معیت میں نوشہرہ سے راولپنڈی روانہ ہوا۔ ہفتہ کے دن فجر کی نماز کے بعد تبلیغی اجتماع سے امیر التبلیغ نے آخری خطاب فرمایا۔ حسب عادت نکلنے والی جماعتوں کے لئے نصیحت فرمائی اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ قائم فرمایا۔ پھر ایک ایسی دعا مانگی کہ دل دہل گئے۔ میں نے امیر التبلیغؒ کی اس سے قبل اس طرح کبھی دعا نہیں دیکھی تھی۔ سب لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پھر امیر التبلیغؒ نے ایک نکاح باندھا۔ پھر ملاقات ہوئی۔ مصافحہ کے وقت ایک معمر شخص نے میرا تعارف کرایا کہ یہ نوشہرہ کے ذمہ دار لوگوں میں ہیں اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہیں امیر التبلیغؒ نے محبت بھری نگاہوں سے دیکھا میں نے موقع غنیمت جان کر دعا کی درخواست کر دی۔ فرمایا۔ بہت اچھا، مصافحہ ہوا۔ اور میں بہت خوش تھا۔ کہ آج ایک ولیٔ کامل اور صالح ترین انسان سے شرف گفتگو حاصل ہوا اور اسی خیال میں تھا کہ اب انشاء اللہ استفادہ کے مواقع مہیا ہوتے رہیں گے۔ مگر ہائے افسوس کہ یہی کلام آخرت ثابت ہوا اور اس واقع کے ٹھیک ۱۴ دن بعد حضرت شیخ ہمیں محروم چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

"روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد"

یہ چند الفاظ غیر مربوط صرف اس لئے لکھے ہیں۔ تاکہ حضرت جیؒ پر کچھ لکھنے والوں میں میرا نام بھی آجائے اور یہی ذریعہ نجات بن جائے۔ ورنہ میں اس قابل ہرگز نہ تھا۔ قارئین کرام میرے لئے علم و عمل میں برکت کی دل کھول کر دعا فرمائیں۔

شیخ وقت حضرت مولانا محمد یوسفؒ

اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدلو

مؤرخہ ۱۸ر اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۱۸ر ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ

اجتماع باب ابراھیم حرم شریف مکہ مکرمہ

وقت عربی ۲ بجے دن پاکستانی ۱۰ بجے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ

حمد و ثنا کے بعد۔ برادران اسلام ساری دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو حالات کی خرابی کے سایے نظر آتے ہیں۔ حاکم و محکوم کے حالات خراب مالک و مزدور کے حالات خراب۔ زمیندار و مزارع کے حالات خراب۔ تاجر و اجیر کے حالات خراب۔ امیر اور غریب کے حالات خراب نظر آتے ہیں۔ دنیا والوں نے محنت کے طریقے بدل لیے ہیں ملک و مال والوں نے طریقے بدل لیے۔ سامان و جائیداد والوں نے طریقے بدل لیے تخموں اور ملکوں والوں نے طریقے بدل لیے چونکہ یہ طریقے اُن کے من گھڑت طریقے ہیں۔ خدا کے بتائے ہوئے، انبیا کے اپنائے ہوئے طریقے نہیں ہیں۔ اس لیے نتیجہ میں جگہ جگہ قدم قدم پر خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے۔ اللہ پاک کے طریقے اور ہیں یعنی انبیاء کے طریقے اور ہیں۔ اللہ پاک کے احکام میں انبیاء معترض نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور نبی کا عمل۔ اللہ اور نبی میں نزاع نہیں ہوتا ملک و مال والوں کا نزاع ہوتا ہے جن لوگوں نے انبیاء کی محنت کا انکار کیا۔ اللہ نے ان کو بگاڑ دیا۔ اللہ تو نبیوں کو لوگوں کے حالات درست کرنے کے لیے بھیجتا ہے۔ لوگوں نے نبیوں کے اعمال کو اپنا لیا۔ فلاح پا گئے۔ اگر نبیوں کے اعمال سے اپنے اعمال ٹکرا دیئے۔ چور چور ہو گئے چونکہ نبیوں والا نقشہ نبیوں والا عمل زندگیوں میں موجود نہیں رہا۔ اسی لیے زندگیاں بگڑ رہی ہیں اگر دین پر محنت نہیں ہوگی۔ دلوں کی درستی نہیں ہوگی۔ دل درست نہیں تو کوئی چیز بھی درست نہیں ہوگی۔ اگر نبیوں والے طریقوں پر محنت ہوگی تو حالات ٹھیک ہوں گے۔

حالات

حالات کی بنیاد۔ ملک و مال۔ فوروزمین۔ مالٹ وغیرہ پر نہیں ہے۔ بلکہ حالات کی بنیاد اعمال ہیں انبیاء صحابہ اور علماء کے اعمال حالات سنوارنے والے بنیں گے۔ حالات ملک و مال۔ سونا چاندی کی بدولت ٹھیک نہیں ہوں گے۔ جو یہ سمجھتا ہے دھوکے میں ہے حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعے جوڑا ہے۔ حالات کو چیزوں کے ذریعے نہیں جوڑا۔ بلکہ اعمال کے ساتھ جوڑا ہے۔ جیسے عمل کرے گا حالات مرتب ہوں گے۔

یقین

اگر یقین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اعمال نبیوں والے ہوں گے۔ حالات ٹھیک ہوں گے۔ حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔ اگر یقینوں کو ٹھیک کرنا ہے تو انبیاء کے طریقوں پر چلیں۔ غلط یقین نکال کر صحیح یقین اپنائیں۔

محنت

غلط یقین کو نکالنے اور صحیح یقین اپنانے کے لیے محنت کی ضرورت ہے۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت کریں۔ انبیا کرام نے سب سے زیادہ محنت کی۔ اگر اُن جیسی محنت ہوگی۔ یقین درست ہو جائے گا۔ اگر تیرا یقین۔ سازو سامان فوج و ہتھیار۔ جہاز و سالار سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر آجائے تو کامیابی ہے۔ اللہ اپنی قدرت سے سب کچھ کرتے ہیں۔ اپنی قدرت سے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ خدا کی قدرت پر یقین آجائے۔ اللہ کی ذات پر یقین آجائے۔ امنت باللہ کو اپنا لیا تو اللہ کا ہو گیا تو وہ تیرا ہو گیا تو تو نے سب کچھ پا لیا۔ اللہ سامان کے محتاج نہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ اپنی قدرت سے کرتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتے ہیں اور ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کو بغیر انسان کے پیدا کر دیتے ہیں۔ زمین کے بغیر غلہ اگایا۔ حضرت سلیمانؑ کے لیے تمام ہوائیں، پرند و چرند کو تابع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان کے احکام ہیں، ان کے کام ہیں، ان کے نام ہیں، ان کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس کعبہ کو تعمیر کر کے دعا مانگی۔ اے اللہ ساری دنیا کے لوگ تیرے اس گھر کی زیارت کو آیا کریں۔ دعا قبول ہوئی۔ ساری دنیا کے لوگ اللہ کے اس گھر کی زیارت اور حج کے لیے آتے ہیں۔ اس گھر سے خدا کی قدرت کے آثار زیادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو ایسی جگہ چھوڑا تھا، جہاں زندگی کی کوئی رمق نہ تھی۔ نہ درخت نہ پانی، نہ کھیتی، نہ مکان، نہ سایہ نہ انسان، نہ چرند نہ پرند غرضیکہ ہر وقت موت کی سی خاموشی تھی۔ انسانی عقل اس عمل پر آج تک دنگ ہے کہ یہ انوکھی بات حضرت ابراہیمؑ نے کیسے قبول کر لی۔ وہ پیغمبر تھے۔ وہ خدا کے احکام کو اپنی عقل کی کسوٹی پر نہ پرکھتے تھے۔ خدائے پاک نے حکم دیا۔ انہوں نے تعمیل میں سر جھکا دیا۔ بیٹے کو اللہ کا حکم سنایا۔ اُس نے گردن جھکا دی۔ یہ اُن مقدس ہستیوں کے انعام کا صلہ ہے کہ یہ شہر۔ یہ جنگل میں منگل، یہ زمزم، یہ زر و جواہر، یہ پاکباز لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالےٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے سامنے اسی جھکنے کی خو پیدا کرو۔ جیسی حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہم میں تھی۔

اس سال پاکستان سے ۲۶۰۰۰ حاجی بذریعہ قرعہ آئے اور ۱۵۰۰۰ بذریعہ پاسپورٹ آئے کون لے آیا۔ قادرِ مطلق لے آیا۔ قدرت والے ہیں۔ ہر کام کر سکتے ہیں۔ بغیر نقشوں کے سکتے ہیں۔ اے یہاں آنے والے! تجھے تیرا روپیہ یہاں نہیں لایا۔ بلکہ تیرا اللہ لایا۔ تو اپنے یقین کو درست کر۔ اگر تو خود یہاں آیا۔ یا اپنے روپے کے سہارے سے یہاں آیا ہے تو وہ شخص تجھ سے زیادہ بہتر ہے جس کو اپنے روپے پر ذرا بھی بھروسہ نہ تھا بلکہ صرف اللہ پر بھروسہ تھا۔ اس کا یقین تیرے یقین سے بہتر ہے۔ اس کا ایمان تیرے ایمان سے بہتر ہے۔ اللہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ زندگی، موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تیرا دل کہتا ہے۔ کام کیسے چلے گا۔ پیسے نہیں ہوں گے تو کام کیسے چلے گا تیرے ہاتھ میں پیدائش کے وقت کیا تھا۔ دودھ کیسے ملا۔ حضرت اسماعیلؑ اور اُن کی والدہ کو صرف پانی سے پالنے والا کون تھا۔ تو اپنے دل و زبان میں یقین پیدا کر

سارے یقینوں کی جڑ اللہ پاک کی ذات پر یقین قائم کرنا ہے۔ پھر اعمال کا سلسلہ اسی بنیاد پر قائم کرنا

اعمال

اس طرح یقین کی جڑ لگ جانے پر انسان کے اندر اعمال آجاتے ہیں اور جیسے بارش ہونے سے زمین میں نباتات اُگتی ہے۔ اسی طرح یقین کے ساتھ عمل۔ اگر اعمال درست ہوں گے تو حالات درست ہو جائیں گے۔

بیت اللہ شریف

بازاری مظاہرے، عیش کے سامان دنیا کی چیزیں، ظاہری نقشے، مکہ میں یورپ کے سامان ہیں۔ لوگ مکہ میں یورپ کے سامان کو دیکھنے نہیں آتے۔ بلکہ مکہ کے یقین کو اللہ پر یقین کے نظارے کو دیکھنے آتے ہیں۔ آج کے مکے کو دیکھے گا تو یقین نہیں بنے گا جو نبی والا مکہ دیکھے گا۔ نبی والا نقشہ لے کر جائے گا۔

اللہ نے پانی بنایا۔ پھر مکہ میں زمین پھیلائی۔ پہاڑ کھڑے کیے۔ پہاڑوں اور زمینوں میں بڑی دولتیں چھپا دیں۔ جب تک وہ چاہیں گے نظام زمین و آسمان چلائیں گے۔ جب چاہیں گے زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے۔

بیت اللہ شریف سے ثابت ہوتا ہے عورت سے مرد سے انسان نہیں بنتا۔ قدرت سے انسان بنتا ہے۔ قدرت سے مکان۔ آسمان شکلوں سے شکلیں۔ چیزوں سے چیزیں۔ آٹا خود نہیں بنتا۔ پیسنے والا پیستا ہے۔ گوندھنے والا گوندھتا ہے۔ پھر روٹی پکتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کے سوائے سب کو بنایا ہے۔ اے انسان تو بنا ہوا ہے، تو بنانے والا نہیں ہے۔ زمین و آسمان۔ حیوان انسان سب مخلوق ہیں۔ ایک اللہ سب کا خالق ہے مٹی سے خون سے لوتھڑا شکل انسان وہی بنائیں گے۔ یقین یہ ہو جاوے کہ خدا کے بنائے ہوئے سب کچھ بنتا ہے اور کسی سے نہیں بنتا۔ اللہ اپنی قدرت سے پالتے ہیں۔ چیزوں سے نہیں پالتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو کیسے پالا۔ نمرود فرعون چیزوں والے تھے کیسے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مسئلے بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نقشے بگڑتے ہیں۔ اسی خانہ کعبہ کو مٹانے کے لیے ہاتھیوں کا ایک لشکر آیا۔ جیسے اس زمانے میں امریکہ کے راکٹوں کا لشکر۔ پہاڑوں میں لشکر پھیل گیا۔ کوئی ظاہری شکل نہیں کہ خانہ خدا بچ جاوے۔ مگر بچانے والے نے بچا لیا۔ کیسے بچایا۔ ایک فرشتہ نے سفید ہاتھی کا کان پکڑا ہاتھی بیٹھ گیا۔ لشکر رک گیا۔ ابابیل آئے۔ ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ ہاتھیوں پر کنکریاں گرائیں وہ سب لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ اسی طرح روسی، امریکی طاقت کا اللہ جب چاہیں گے ختم کر دیں گے۔

یہ بیت اللہ شریف ۷ انبیاؑ کی زندگیوں کا مرکز ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رکھوایا۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی کہ ایک امت ایسی اُٹھے کہ ساری دنیا میں نماز کی عبادت کھڑی ہو جاوے۔ ساری دنیا کے لیے ہمدرد اور محبت والی بن جائے ساری امت پر محنت کرنے والے بن جاویں یہ حضرت ابراہیم کی پہلی دعا تھی۔ دوسری دعا میری اولاد سے ایسی امت ہو جو دین پر محنت کرے۔ ان کو بغیر کمائے دنیا کے مال و زر دے۔ مکہ میں جماعتیں آئیں گی۔ دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دے اسی بیت اللہ شریف میں ضد آ گئی۔ بتوں کی پوجا ہوئی۔ اب گھڑیوں اور کپڑوں کی خرید و فروخت۔ آپ اپنی سکیمیں بنائیں۔ خدائے پاک اپنی سکیم بناتا ہے۔ حضرت ابراہیم کی سکیم ابھرنے کا جب وقت آیا۔ حضرت رسولِ مقبولؐ تشریف لائے۔ سکیم چلانے والا آ گیا۔ یتیم، ان پڑھ، مال کے بغیر اسی مکے سے چلے۔ صحابہ سکیم کے چلانے والے تھے سکیم چلائی۔ ملک و مال و زر کے بغیر چلائی۔ نبی کی صورت غریبی کی صورت۔ باہر کچھ نہیں تھا۔ اندر میں سب کچھ تھا۔ کفار دھوکے میں آ گئے۔ محمدؐ یتیم ہے۔ بھوکا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ باپ بھی نہیں۔ حلیمہ چھوڑ گئیں۔ جب کوئی اور بچہ نہ ملا تو حلیمہ نے لے لیا۔ وہ اونٹنی جو سب سے پیچھے آئی تھی۔ اب سب سے آگے آگے تھی۔ رہبر کی رہبر اونٹنی۔ اللہ کی سکیم طاقت سے نہیں، یقین سے چلتی ہے۔ اس کو چلانے والے مال و ملک والے نہیں بلکہ یقین محکم کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ سکیم ملک و مال سے نہیں چلتی۔ نقشوں اور شکلوں سے نہیں چلتی ہے۔ آپ نے دیکھا ملک و مال کے بغیر اسلام کا نقشہ اسی مکہ میں چلایا۔ ساری دنیا میں چلایا۔ روکنے والوں کے روکے نہ رُکا۔ روکنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر اُن کے یقین کے طوفان پر کاہ کی طرح بہ گئے۔ محمدؐ اور اُن کے صحابہ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ کپڑا نہ تھا، مکان نہ تھا۔ یقین درست تھا۔ اُٹھے اور تمام دنیا کے لشکروں کی موجودگی میں سب پر چھا گئے۔ اب بھی اسی بنیاد پر جو بھی اُٹھے گا تو اللہ اپنی قدرت سے کام چلائیں گے۔ وہی کارساز وہی مسبب الاسباب ہے۔ اللہ کے خزانوں کے لینے کا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ رسول اکرمؐ نے سکیم چلائی چاہے تم لاکھوں میل دور پڑے ہو۔ بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر لو گے۔ تو حضرت ابراہیمؑ والی برکات کا اجر و ثواب اور امداد ملے گی۔ اللہ والے یقین پر اُٹھو۔ صرف یقین کے رُخ کو موڑنے کی بات ہے۔ اگر تمام سمتیں چھوڑ کر تم نے رُخ بیت اللہ کی طرف کر لیا اور اس بات پر اسی طرح جمے رہے، جس طرح صحابہ کا یقین تھا

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

نبیؐ کی سنت و طریقہ

بیت اللہ کی طرف کیسے بلایا گیا ہے۔ زمانے کا جو نقشہ ہے وہ اسوہ نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنا لو۔ ارشاد باری ہے ابراہیمؑ کی اطاعت کرو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے شام جیسے سرسبز و شاداب ملک سے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ صحرا میں پہنچا۔ وہیں بیوی بچے کو چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ اکلوتے بیٹے اور چہیتی بیوی کا اور کوئی باپ ہوتا تو اس حکم سے کانپ اٹھتا اور مشتعل ہو کر بغاوت کر جاتا۔ لیکن خلیل اللہ جیسی ہستی پر گونہ مسرت ہوئی۔ کیوں نہ ہو پیغمبر کے لیے اپنے آقا و مولا کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ خلیل اللہ کا آگ میں کودنا۔ بیوی بچے کو صحرائے لق و دق میں ایسی جگہ چھوڑنا۔ اُن کو آگ میں دھکیلنے سے کم نہ تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی کے لیے۔ قادر مطلق نے انہیں جھلستی آگ سے کیسے بچا لیا۔ صرف پانی پر پال کے دکھا دیا۔ پھر آپ لوگوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لیے اس زم زم کے پانی کو متبرک بنا دیا۔ یہ سب اُسی کے انعام ہیں یہ سب بیت اللہ شریف، یہ زم زم، یہ مقام ابراہیم یہ وادیاں وغیرہ سب اُسی کی خوشی کے انعامات ہیں۔ ان کے مزے لوٹیں۔ مگر اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنائیں۔ اُن کے اسوہ سے اپنے اعمال کو ٹکرائیں نہیں۔ اللہ کی خوشنودی والے اعمال سے۔ اللہ کے غضب والے اعمال سے ٹکرائیں نہیں۔ یاد رکھو یہ بیت اللہ، اللہ کا گھر

ہے یہ مرکز ہے۔ خدا کی قدرت کے مظاہرے کا۔ ابھی انسان چاند پر جائے گا۔ پھر دجال بن جائے گا۔ سائنس کے بادل بنائے گا۔ اللہ کریم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ ایسے ایسے ہولناک ہتھیار بنانے والوں کو ختم کر دیں گے۔ جیسے اصحاب فیل کے لشکر کو کنکریوں سے ختم کیا تھا۔ دجال مردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا۔ پھر بیت اللہ پر چڑھیں گے۔ تین جھٹکے مکہ شریف میں آئیں گے۔ جو غلط یقین والے ہوں گے نکل جائیں گے۔ صحیح یقین والے مکہ میں آ جائیں گے۔ انسان راکٹ سے خود ایک بڑی طاقت بن جائے گا۔

حج

اللہ جل جلالہ نے تمہیں حج کے لیے بلایا ہاجرہ دوڑی، انبیا دوڑے تم بھی دوڑو، چکر کاٹو، کامیاب ہو گے۔ انبیا نے دعائیں مانگیں۔ تم بھی گڑگڑا کر اللہ سے مانگ لو۔ اُس کے در پر آ کر اپنی اکڑ فوں مٹا لو۔ اس کے بندے بن جاؤ۔ مانگ لو اپنے مالک سے اُس کے دروازے سے زاری کرو۔ شاید اُس کو ترس آ جاوے۔ یاد رکھو اُس کے رحم شروع ہو جاویں تو بڑے انعامات ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اُن کی بیوی بچّوں پر خدا کا رحم ہوا۔ اللہ نے ترس کھایا۔ صدیوں سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ دنیا کی آبادی کا ایک اہم حصہ اس کرم سے مستفیض ہوتا ہے۔ اگر تو نبیوں والے راستے پر آ جاوے تو صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ سے مالا مال ہو جاوے۔

یقین

خدا کی ذات پر یقین نہ بنا تو کس پر بنے گا دل کے یقین کی بیماریوں کو ٹھیک کر لو۔ دل کے اندر یقین کی جھلک پیدا کرو۔

حالات کی خرابی دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں۔ یہ خرابی ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے امتِ مسلمہ نماز کے لیے مانگی۔ حضرت نوحؑ نے جنت کی نماز کے لیے۔ کیا تو اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ نماز کے لیے کیوں مانگی۔ تجھے نماز کے انعامات کا اندازہ ہی نہیں۔ یہ اندازہ ابراہیمیؑ آنکھ ہی کر سکتی ہے۔

محنت

بیت اللہ کی بنیاد پر محنت، نبیوں والی محنت پر چلنا ہے۔ محمدؐ نے ہزاروں گھر قربان کیے۔ ہزاروں صحابہ کے گھر قربان کیے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک گھر قربان کیا۔ نماز کے لیے ایک گھر کا قربان کر دینا اور خدا کی محبوبیت حاصل کر لینا نہایت سستا سودا ہے۔ زمین و آسمان بدل جائے۔ لیکن تو نہ بدل۔ مسلمان رہ۔ امتی بن۔ ابراہیمی رہ۔ اسوۂ محمدی اپنا۔ یہ ترقیوں میں سب سے بڑی ترقی ہے۔ یہ تیری عاقبت تک کام آنے والی ترقی ہے۔ اگر یہ عمل تیری طبیعت کے خلاف ہے۔ تو اپنی طبیعت پر غور کر۔ اس کی اصلاح کر۔

صلح حدیبیہ میں صلح کرنا حکم ربانی تھا محمدؐ نے سر تسلیم خم کیا۔ ظاہری اعتبار سے یہ پشیمانی تھی۔ صحابہ کرام پر یہ پشیمانی بہت شاق گذری ایسا موقعہ کبھی نہ آیا تھا۔ ابھی اعمال میں آتنی پختگی نہ آئی تھی جتنی حضرت نبی کریم صلعم میں تھی۔ اللہ کی طرف سے صلح کا حکم ہوا۔ پیغمبر آخر الزمان نے تسلیم کیا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ کو بغیر عمرہ کے واپس جانے کا صدمہ تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کہ حضورؐ کی بات سے انکار کر دیں۔ معاہدہ لکھوانا شروع کیا۔ کفار نے "رسول اللہ" پر اعتراض کیا۔ حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول مٹا دیا۔ اللہ پاک یقینِ رسول پر خوش ہوئے۔ "اِنَّا فَتَحْنَا" کے نقارے بجنے لگے۔ صحابہؓ فتح المبین کی خوشخبری پر اور بھی سٹپٹائے۔ مگر سب نے اپنے خدشات کے خلاف خدا کی بات کو مان کر اپنا یقین خالص کر لیا۔ اپنے خدشات کے خلاف اللہ کی بات کو ماننا ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر آج ہمارے فیصلے خدا کی مرضی کے مطابق ہو جاویں۔ نبیوں والے طریقوں پر آجائیں تو بات بن گئی۔ پس اے مسلمان! اپنے طریقوں کو بدل، اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدل۔ اپنے نقشوں کو نبیوں کے نقشوں سے بدل۔ اپنی محنت کو نبیوں کی محنت سے بدل۔ ابراہیم کی سکیم کو دنیا میں چالو کرنے کے لیے نکل۔ اخلاق درست کرنے کے لیے نکل۔ یقین درست کرنے کے لیے نکل۔ اعمال درست کرنے کے لیے نکل حرکت پیدا کر۔ وطنیت کا دائرہ توڑ کر پھرو۔ علم، اعمال۔ قرآن و دین کے لیے پھرو۔ کمائی ⅔ دین ⅓ کی بنیاد پر محنت کرو۔ امت کو اٹھاؤ۔

اگر آپ مسجد والی زندگی پر آجائیں گے تو نقشہ بدل جائے گا۔ سارے عالم میں دین کا بول بالا ہوگا۔ امت بھر کی امیدوں کا نقشہ بدل جائے گا۔

دعا۔ اے خدا مجھے یہاں بیت اللہ شریف میں ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم اسی طرح فیصلہ کریں جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کیا تھا۔ دین اسلام کے لیے فی سبیل اللہ نکل جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے بیت اللہ والی برکات کے مطابق اللہ تعالیٰ مدد فرمائینگے۔

ں لیا کہ آپ

مولانا مسعود علی آزاد فتحپوری مدظلہ

تاثرات

بر وفاتِ حسرت آیات رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ

اے کہ تو سلسلۂ رشد و ہدایت کا نگیں　　جامۂ صدق و صفا، پیکرِ ایمان و یقیں

جان پھر ڈال دی بے جان تنوں میں تو نے　　پھونک دی روح نئی مردہ دلوں میں تو نے

اک چبھن دل کی نمایاں ترے ہر رنگ میں تھی　　اک تڑپ دین کی ظاہر ترے ہر ڈھنگ میں تھی

مشعلِ نورِ ہدایت کا علمدار بھی تو　　امتِ احمدِ مختار کا غم خوار بھی تو

وہ تری سعیِ مسلسل جو شب و روز میں تھی　　آگ دراصل وہ تیرے دلِ پر سوز میں تھی

تپشِ دل نے تری پھونک دیئے دل کتنے　　تو نے طوفانوں سے پیدا کیے ساحل کتنے

ایک دنیا تری آواز سے بیدار ہوئی　　ہر کٹھن راہ تری سعی سے ہموار ہوئی

آئینہ دارِ نبوت ترے اوصافِ جلی　　کار فرما ترے اخلاق میں خُلقِ نبوی

اے گلِ تازہ بہارِ چمنستانِ رسول ﷺ　　تیری خوشبو سے مہک اُٹھا گلستانِ رسول ﷺ

ہر شجر باغِ نبوّت کا ثمر بار ہُوا　　یہ چمن تیرے قدم سے گل و گلزار ہُوا

ہر ضلالت پہ ہدایت کی ہوئی جلوہ گری　　تو نے بخشا شبِ تاریک کو نورِ سحری

اس طرح تو نے زمانے کو پکارا کہ بہم　　ہو گئے سارے کمربستہ عرب ہوں کہ عجم

روح پرور ترا نغمہ اثر انداز ہوا　　سن لیا جس نے وہ تیرا ہی ہم آواز ہُوا

کر گئی کام یہاں تک تری جادو نظری　　رہزنوں میں ہوئی پیدا صفتِ راہبری

دین کا رنگ بھرا زندگیوں میں تو نے　　کام پورا کیا صدیوں کا دنوں میں تو نے

تیری جاں بازی پہ اللہ کو پیار آ ہی گیا　　مژدۂ وصل تجھے آخرِ کار آ ہی گیا

دیکھ کر رزم گہِ زیست سے بیگانہ تجھے　　مدتوں روئے گی اب ہمتِ مردانہ تجھے

تعزیت اب تری کس سے کروں کس سے نہ کروں　　کون دیندار زمانے میں ہے جس سے نہ کروں

نام لیوا ترے ہر چند ہیں غمگین و حزیں　　بس ہی کیا ہے مگر اے ساکنِ فردوسِ بریں

رحمتیں تجھ پہ ہوں اللہ کی دن رات مدام　　اور ہم سب کی طرف سے بھی شب و روز سلام

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شہیدِ دعوت و عزیمت مولانا محمد یوسف دہلویؒ

مولانا مجاہد الحسینی ناظم القاسم لائل پور

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اور جانشین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب تبلیغی جماعت کے ساتھ پہلی مرتبہ میوات کے علاقہ میں گئے تو دورانِ سفر حضرت اقدس مولانا محمد الیاسؒ کے خادمِ خاص میاں جی محراب خاں صاحب میواتی کو ڈبل نمونیہ ہو گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کو جب میاں جی کی شدید علالت کی اطلاع ملی تو آپ عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور میاں جی محراب خاں کو جو شدّتِ علالت کے باعث نڈھال ہو چکے تھے انتہائی جذب و کیف کے عالم میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"میاں جی اٹھو! اللہ کے راستے میں مرنے کی سنّت ختم ہو چکی ہے اسے دوبارہ زندہ کرو!۔! اگر ڈبل نمونیہ کے عالم میں مرنا ہی ہے تو بسترِ مرگ پر کیوں۔؟ پھر یہی جان اللہ کے راستے میں مرنے اور خدا کے کام میں قربان ہونے کی رسم کو تازہ کرنے کے لیے کیوں نہ دی جائے"

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:-

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اُسے موت آ جائے تو اللہ کے ہاں اُس کا ثواب ہو چکا۔

خدا کی راہ میں جان دینے کی رسم کو زندۂ جاوید بنانے کے مصداق میاں جی محراب خاں تو اس وقت نہ بن سکے لیکن خود اس تحریک کا داعی ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء کو اس کا پورا پورا مصداق بن گیا اور اللہ کے راستے میں مرنے کی سنّتِ قدیمہ کا احیاء کرتے ہوئے سراپا مہاجر الی اللہ بن کر آسمان رشد و ہدایت کا یہ درخشندہ آفتاب سرزمین لاہور میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بچپن

امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۰ر مارچ ۱۹۱۷ء کو پیدا ہوئے! آپ نے جس مقدس گھرانے میں آنکھ کھولی جس پاکباز خاتون کی محبت بھری گود آپ کو نصیب ہوئی اور شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ جیسے اولوالعزم اور صاحبِ دعوت و عزیمت باپ کی شفقت اور سرپرستی کا شرف و اعزاز حاصل ہوا اس کی موجودگی میں شخصی محاسن و اوصاف کا مزید تذکرہ آبِ زمزم کے بعد سادہ پانی پیش کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ابھی سات برس کے تھے کہ آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور گیارہ سال کی عمر میں اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین دہلی میں ابتدائی کتابوں کا درس لینا شروع کیا۔

۱۳۵۱ھ میں جب حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے ہدایہ وغیرہ فقہ اور حدیث کی بڑی کتابیں مظاہر العلوم سہارنپور میں پڑھیں۔ جب آپ کے والد ماجد حج بیت اللہ سے واپس دہلی تشریف لے آئے تو آپ سہارنپور سے پھر دہلی چلے گئے۔ چنانچہ مشکوٰۃ جلالین وغیرہ تفسیر و حدیث کی دیگر بڑی کتب کا درس مدرسہ کاشف العلوم ہی میں جا کر مکمل کیا۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں صحیحین سنن ابی داؤد، ترمذی اور دورہ کی دیگر تمام کتب کا بارِ ثانی درس حاصل کیا۔ اور مولانا الحاج عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علاوہ صحیح مسلم مولانا منظور احمد صاحب سے۔ ابی داؤد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی سے اور ترمذی شریف کا سبق مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبلپوری صدر مدرس مظاہر العلوم سے بارِ ثانی پڑھا یہاں سے فراغت کے بعد آپ نے دہلی جا کر اپنے والد بزرگوار سے طحاوی شریف اور مستدرک حاکم حسبِ معمول دوبارہ پڑھی۔

چنانچہ دورانِ تعلیم ۱۳۵۴ھ میں آپ نے امام طحاویؒ کی کتب معانی الآثار کی شرح لکھنا شروع کی جو امانی الاحبار کے نام سے شائع ہو کر جلیل القدر علماء کرام اور بلند پایہ علمی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے مرحلہ میں آپ کو دوبارہ حج بیت اللہ کا شرف و اعزاز حاصل ہوا!

شادی

امیر التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف علیہ الرحمہ جب اپنا تعلیمی دور مکمل کر چکے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور محرم ۱۳۵۵ھ میں اپنی دخترِ نیک سیرت کا نکاح کر دیا۔ رسمِ نکاح شیخ الاسلام سیدی و مولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی اس تقریب سعید میں مظاہر العلوم سہارنپور کے وسیع احاطہ میں دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر علماء کرام اور اساتذہ بھی موجود تھے! حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رفیقۂ حیات قیامِ پاکستان تک بقیدِ حیات رہیں اور بعد ازاں داعئ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ ان کی نرینہ اولاد میں سے حضرت مولانا محمد ہارون صاحب مدظلہ العالی کا اسم گرامی خصوصاً قابلِ ذکر ہے! پہلی رفیقۂ حیات کے داغِ مفارقت کے بعد امیر التبلیغ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عقدِ ثانی بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے ہاں ہوا۔ دوسری رفیقۂ حیات بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہے!

مولانا محمد الیاس کی جانشینی

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاسؒ جب زندگی کے آخری لمحات طے کر رہے تھے، نقاہت، کمزوری اور بیماری کے مہلک وار سے آپ کا جسمانی ڈھانچہ چکنا چور ہو چکا تھا، صورتِ حال کی نزاکت کو دیکھ کر دینی حلقوں میں ایک بے چینی و اضطراب کی لہر دوڑ گئی تھی کہ تبلیغ و دعوت کا جو نظام حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال ریاضت و مشقت اس نہج کو پہنچایا ہے کہ آپ کے بعد اس کا کیا بنے گا۔؟ حتیٰ کہ ملک کے جیّد عالمِ دین، جلیل القدر مبلّغِ اسلام اور نامور اہلِ قلم مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ نے اسی احساس سے متاثر ہو کر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ

اس کام کے زیادہ اہل معلوم ہوتے ہیں حضرت کی جانشینی کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہونا چاہیے۔! یہ بات قرینِ قیاس بھی تھی کہ حضرت شیخ الحدیث کے زہد و تقویٰ، دینی علوم میں کامل دسترس اور تصوّف و سلوک کے منازل میں ان کی مسابقت کو دیکھ کر نگاہِ انتخاب انہی کی ذاتِ گرامی کی طرف منعطف ہوتی۔

حضرت شیخ الحدیث نے جواب میں فرمایا:

"اللہ والوں کی موت کے بعد ان کا کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوا کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کو یہ خدمت لینا مقصود ہو اور اس کام کو انجام دینے کی صلاحیت ان میں خود بخود پیدا ہو جایا کرتی ہے اور ان کی ذات لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جایا کرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ کام مجھ سے لینا مقصود ہوا تو کام کرنے کا جذبہ از خود پیدا ہو جائے گا!"

چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اسلام کی تبلیغ و دعوت کی عظیم خدمت انجام دینے اور اس کام کی سربراہی اور اس تحریک کے داعی و جانشین کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ذاتِ گرامی نگاہِ انتخاب کا مرکز بن گئی۔

مولانا محمد منظور نعمانی ایڈیٹر الفرقان لکھنؤ ہی اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب ہمیں یہ اطلاع ملی کہ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر کئے گئے ہیں تو اپنے متذکرہ بالا احساس و تاثر کی موجودگی میں کچھ اچھا تاثر قائم نہ ہوا۔ کیونکہ اولاً خاندان ہی میں گدّی نشینی کا مروّجہ انداز پسندیدہ نہ تھا اور ثانیاً بعض دوسری عظیم شخصیات کی موجودگی میں ایسی شخصیت کا انتخاب جن کی عظمت کا سکّہ دل و دماغ پر ابھی اپنا کوئی اثر قائم نہ کر سکا تھا ہمارے لئے حیرت و استعجاب کا موجب بنا!

مگر چند دنوں کے بعد جب مولانا محمد یوسف صاحب کا خطاب سننے کا اتفاق ہوا۔ اور گلشنِ الیاسؒ کی دیکھ بھال اور اس کی آبیاری میں اُن کا انہماک، توجہ اور فنائیت کی حد تک ان کی مصروفیت کا عجیب و غریب عالم دیکھا تو دل و دماغ کے تمام سطحی نقوش یکسر مٹ گئے اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ دعوت و عزیمت کے معاملہ میں بعض دفعہ مولانا محمد یوسف صاحب تو اپنے والدِ ماجد مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے بہت آگے دکھائی دیتے ہیں۔

خلافت و نیابت

شیخ التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا طریقِ تبلیغ و دعوت بعض مروّجہ روایات سے بالکل مختلف ہے اور اس اندازِ عمل کا دائرہ خلافت و نیابت کی مخصوص اصطلاحات کا پابند نہیں ہے۔ اور نہ ہی عام جماعتوں کی طرح کوئی درجہ بندی ہے یہاں اگر کوئی نظم رائج ہے تو وہ صرف یہ کہ اللہ کے دین کی حقیقی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں ہر شخص اپنا سب کچھ قربان کر دے۔ اور بقول مولانا محمد یوسف صاحب "سب کچھ دے کر کچھ بنتا ہے کچھ دے کر کچھ نہیں بنتا"! جو افراد اس بات کے داعی اور مبلغ بن جائیں وہی اس کے صحیح وارث اور جانشین ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جن شخصیات کو اس معیار کے عین مطابق دیکھا اس کام کا نظام ان حضرات کے سپرد کر دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ طریقت حضرت مولانا عبد القادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی مشورے سے سات حضرات کو اپنی خلافت و نیابت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا اور انہیں بیعت کی اجازت دے کر طریقِ دعوت و تبلیغ میں ایک وسعت و ہمہ گیری پیدا کر دی! ان سات حضرات کے اسماءِ گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا انعام الحسن حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے سسرال کے رشتہ میں بھائی ہیں۔ اور مولانا اکرام الحسن کاندھلوی کے فرزند۔ مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت جیؒ کے ہم زلف بھی ہیں اور ابتدائی تعلیم سے آخر تک آپ کے ہمدرس اور مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین کے مدرس بھی رہے ہیں۔ ان دنوں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ناظم بھی ہیں۔ آپ کی شخصیت تبلیغی جماعت کے حلقوں میں خوب متعارف ہے۔ حضرت جیؒ کے شریکِ سفر تھے کہ مولاناؒ کی زندگی کے آخری لمحات آپ ہی کی گود میں گزرے اور اسی عالم میں داعی اجل کو لبیک کہا!

۲۔ حافظ مقبول حسن گنگوہی حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ابتدائی خادم، اور "حضرتؒ جی" کے ابتدائی استاد

۳۔ قاری سیّد رضا مرحوم حضرت دہلویؒ کے مختلف سفروں میں ساتھ رہے اور آپ کے شاگرد خاص۔

۴۔ قاری محمد داؤد صاحب میواتی جو علاقہ میوات میں معروف صاحبِ علم و تقویٰ ہیں۔

۵۔ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی حضرت مولینا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں اور بہت سی کتابوں کے مصنّف آپ کی علمی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں!

۶۔ حاجی عبد الرحمٰن نومسلم آپ ذات کے کھتری تھے بچپن ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر جذب و کشش اور کیف و انبساط کی عجیب و غریب صلاحیتوں سے نوازا تھا کہ راہ چلتے غیر مسلم آپ کی بات سنتے ہی دینِ اسلام کی دولتِ گراں مایہ سے مالا مال ہو جاتے ایک محتاط اندازے کے مطابق قریباً دو ہزار اشخاص آپ کے توسّط سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

۷۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ

حضرت دہلویؒ نے اپنے وصال سے چند دن قبل حضرت جیؒ کو خلافت و نیابت سے سرفراز کرتے ہوئے فرمایا۔

جس نے مولانا محمد یوسف صاحب سے بیعت کی اس نے گویا مجھ سے بیعت کی۔ چنانچہ حضرت شیخ التبلیغ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے طریقِ بیعت کے مطابق آپ کی ذات کے ساتھ

سلسلۂ بیعت قائم کرنے والوں کے حق میں یہی جملے استعمال فرمایا کرتے تھے۔

محویّت وفنائیّت

حضرت جیؒ کی زندگی اسلام کی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اندازِ عمل کی پوری پوری آئینہ دار تھی۔ تبلیغ کے کام میں انہماک، توجہ اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنے حلقہ کو بڑی خوش اسلوبی اور عمدگی کے ساتھ سنبھالا ہوا تھا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول نظر آتا تھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت جیؒ کے خاص الخاص احباب و متعلقین کو بھی تبلیغی کام کے علاوہ کوئی دوسری بات کرنے کا وقت بہت کم ملتا تھا ایک عمل سے ہٹتے تو دوسرے میں لگ جاتے اور اپنے آپ کو کبھی فراغت سے ہمکنار نہ ہونے دیتے۔ حتیٰ کہ آپ کے بعض خدام خاص یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ بستی نظام الدین میں آپ کی رہائش گاہ اور مرکز تبلیغ کے درمیان صرف ایک ٹاٹ کا پردہ حائل ہوتا تھا مگر کئی کئی دن گزر جاتے اور صحنِ خانہ میں جھانکنے کی بھی فرصت نہ ملتی! کئی دنوں کے بعد جب اندرونِ خانہ قدم رکھتے تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرت جیؒ ایک طویل اور دشوار گزار سفر سے گھر واپس لوٹے ہیں۔

برادر مکرم حاجی محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری لاہور) اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت جیؒ نے ایک بار دورانِ تقریر فرمایا کہ دینی کاموں میں محویّت و انہماک کا صحیح نقشہ معلوم کرنا ہو تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ کی زندگی کو دیکھو۔ ان کے سینے میں ایسا دردمند دل تھا کہ دینِ اسلام کی سربلندی کے کاموں میں کثرتِ اشتغال اور محویّت و فنائیت نے گوشت کے بھنے ہوتے ٹکڑے کی مانند کر دیا تھا۔! اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے بسا اوقات پوری شدّت کے ساتھ بھنے گوشت کی بُو محسوس کرتے! بعینہٖ جب ہم دینی کاموں میں حضرت جیؒ کے جذب و شوق، ان کے انہماک و محویّت اور استغراق کو دیکھتے تو یہی احساس اُجاگر ہو جاتا۔

ایک مافوق الفطرت شخصیت

سرزمین پاک و ہند کی شاید ہی کوئی دینی شخصیت ایسی ہوگی جسے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی اور ان کے طریقِ دعوت کے ساتھ گہری عقیدت و محبت، اور موانست و ہمدردی نہ ہو۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، ابی حنیفہ ہند مولینا مفتی کفایت اللہ محدث عصر مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، شیخ طریقت مولانا اشرف علی تھانوی قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری امام اولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن، امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ علیہم اجمعین غرضیکہ سرزمین پاک و ہند کے جلیل القدر علماء کرام کا آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ بڑا گہرا تعلقِ خاطر تھا۔ حضرت امیر شریعت علیہ الرحمہ نے ایک بار حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوتے فرمایا تھا کہ حضرت! اپنی زندگی کے آخری لمحات گزار رہے تھے۔ مرض کی شدّت کے باعث یا دینی کاموں میں محویت و استغراق کی وجہ سے جسم کا گوشت پوست بالکل خشک ہو گیا تھا اور آپ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے تھے۔ نماز کا وقت ہوا تو خدام آپ کو اٹھا کر جب صف میں لانے لگے تو آپ کی دونوں ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ میں حیران تھا کہ ایسی نازک حالت میں آپ بستر پر بیٹھنے کی شکل میں ہی نماز ادا کیوں نہیں کر لیتے لیکن نمازِ باجماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لیے یہ جہد و عمل؟ سبحان اللہ! اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و فرمانبرداری کا اس حد تک احساس تھا۔ الغرض! مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو صف میں لا کر جب کھڑا کیا گیا اور تکبیر تحریمہ کی آواز بلند ہوئی تو میں دیکھتا ہوں، کہ ہڈیوں کے اس مضمحل سے ڈھانچے میں کڑک پیدا ہوئی اور سارے جسم میں زندگی کی ایک حرارت کی لہر دوڑ گئی۔ آپ جماعت کے ساتھ قیام و قعود اور سجود وغیرہ جملہ آدابِ نماز اس طرح بجا لاتے گویا احساس مرض تک نہیں! لیکن جب نماز سے فراغت پائی تو آپ کا جسم پھر وہی ہڈیوں کا بے حس و حرکت ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا!

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بستی نظام الدین دہلی میں حضرت کے ہاں تشریف لے گئے، آپ ان دنوں سخت بیمار تھے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ کو دیکھتے ہی باوجود نقاہت و کمزوری کے اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور دیر تک حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ سے محو راز و نیاز رہے۔ حضرت شیخ التفسیر جب رخصت ہونے لگے تو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا۔ اور اپنی گہری محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت شیخ التفسیر سے دعا کی خصوصی درخواست کی اور کہا کہ یہ ملاقات شاید ہماری زندگی کی آخری ملاقات ہو۔ اس کے چند دن بعد حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف

تاریخ وصال

سید نفیس الحسینی
خلیفہ مجاز حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ

اے نورِ عینِ حضرتِ الیاسؒ دہلوی
اے یوسفِ زمانہ و اے صاحبِ جمال

اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال

ہر بتکدے میں تیری اذان گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق و لبِ بلالؓ

تبلیغِ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اس راستے میں جان بھی دے دی زہے کمال

وارد ہوا یہ قلبِ حزینِ نفیس پر
"راسِ مبلغاں" ہے ترا سالِ انتقال

۱۳۸۴ھ

دینی شخصیات کی ذاتِ گرامی کے ساتھ تعلق خاطر رہا ہے۔ اور آپ کے ہاں ان کی عظمت و عزت اور عقیدت و احترام کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

جناب شجاعت علی صاحب صدیقی ریٹائرڈ ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل جو تبلیغی حلقوں میں خوب جانے پہچانے ہیں کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں حاضر تھا کہ باہر سے کچھ تبلیغی جماعتیں آئیں اور حضرت سے روداد سفر بیان کرنا شروع کر دی۔ کسی صاحب نے لاہور میں اپنی تبلیغی گشت کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے اتنا کہہ دیا کہ ہماری جماعت حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئی مگر حضرت مولانا نے اس طرف نہ تو کوئی خصوصی توجہ ہی دی اور نہ ہی تبلیغی سلسلہ میں ہماری کوئی امداد ہی کی! بس اتنا سننا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے تکیے کا سہارا ہٹا کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے آپ کا چہرا غصے کے باعث تمتما اٹھا اور تیغ لہجہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا

احمد علی کو تم کیا جانو، الیاس جانتا ہے
احمد علی کے مقام کو۔ مولانا احمد علی
کی مدد صرف یہی ہے کہ وہ ہمارے
لیے دعا کرتے رہیں!

حضرت جی اور حضرت لاہوری

جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی مرجع خلائق تھی اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ذات بھی اتقیاء و اصفیاء اور جلیل القدر علماء کرام کی خصوصی توجہ اور نگاہ لطف و احسان کا مرکز تھی۔ حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت رائے پوریؒ اور حضرت لاہوریؒ سب حضرات کے ساتھ آپ کے نیاز مندانہ گہرے مراسم تھے! طویل سفر درپیش ہوتا تو ان بزرگوں میں سے ضرور کسی کی صحبت سے فیض یاب ہو کر باہر جاتے "حضرت مدنی" حضرت رائے پوریؒ اور حضرت لاہوریؒ سے شرفِ ملاقات کا خصوصی اہتمام کرتے!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ ملاقات کے لیے مسجد شیرانوالہ لاہور میں تشریف لائے!

حضرت لاہوریؒ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت بعض دوسرے جلیل القدر علماء کرام بھی موجود تھے!

حضرت مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمہ نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کے بعض ایمان افروز واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت کی زندہ کرامات کی اس سے بڑی علامت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جن لوگوں کا غرورِ نفس اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ اپنے ہاتھ سے گھڑے کا پانی پینے میں ایک عار محسوس کرتے تھے وہ تبلیغ دین کے لیے قریہ قریہ اور بستی بستی اپنے کندھوں پر بستر اٹھائے پھرتے ہیں!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

ایک بات یاد رکھیں کہ کسی حق پرست
جماعت کا باطل پرستی کی طرف
پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ وہ یہ سمجھنے
لگ جائے کہ ہمارے سوا دوسری
کوئی دینی جماعت حق پر نہیں ہے
اور ہماری جماعت کی بقاء دوسروں
کی فنا ہی کی صورت میں ہو سکتی۔
دیکھنا! آپ کی جماعت میں کہیں یہ

احساس و تاثر پیدا نہ ہو جائے۔ ہم تو آپ حضرات کے لیے ہر آن دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اس گلشنِ تبلیغ کو ہمیشہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے!

جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور نے اپنے زمانۂ طالب علمی کے مختلف واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن
صاحب لدھیانوی جب کبھی سہارنپور
تشریف لے جاتے تو مولانا مجھے اور
مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی کو
اپنے ہمراہ بستی نظام الدین دہلی
لے جاتے اور حضرت مولانا محمد الیاس
رحمۃ اللہ علیہ سے جب میرا تعارف
کراتے تو حضرتؒ مولانا، تادیر دعائیں
دیتے ہوئے یہ فرماتے کہ حضرت
مولانا احمد علیؒ نے جس مجاہدے
اور مشقت کے ساتھ صداقتِ
اسلام کی تبلیغ کی ہے یہ انہی کا
کام ہے۔! ان کی دینی خدمات
منہاج النبوت کے مطابق ہیں۔

الغرض حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ صرف بزرگوں ہی سے نہیں بلکہ ان کی اولاد کے ساتھ بھی بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے تھے۔!

شانِ بے نیازی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جس کے ساتھ سب سے زیادہ لگاؤ اور التفات تھا وہ تحریک دعوتِ اسلام ہے۔ انہیں مال و منال، اولاد اور دنیا کی کسی چیز سے غلو کی حد تک الفت و محبت نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک کے ساتھ اپنے اپنے درجہ اور حیثیت کا تعلقِ خاطر تھا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ایک بار مولانا محمد ہارون صاحب (جو ان دنوں مولانا محمد یوسفؒ کے جانشین مقرر ہوتے ہیں) بیمار پڑ گئے ان کے سر پہ ایسا خطرناک پھوڑا نمودار ہوا تھا کہ نازک صورتِ حال پیدا ہو گئی — معاملے کی سنگینی کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث نے مولانا محمد یوسف صاحب کو مطلع کیا کہ وہ گھر میں جلد پہنچنے کی کوشش کریں۔

ادھر دینی و تبلیغی کاموں میں حضرت جی کی روایتی مصروفیت و مشغولیت کے باعث کچھ دیر ہو گئی۔ گھر پہنچے تو یک نگاہ اپنے مریض لختِ جگر کو دیکھ کر پھر سلسلۂ تبلیغِ اسلام اپنے سفر پر روانہ ہونے لگے۔

حضرت شیخ الحدیث نے صورتِ حال کی نزاکت کا احساس دلاتے ہوئے کچھ توقف کرنے کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے قابلِ صد احترام شیخ کی خدمت میں عرض کیا:۔

حضرت! جب یہ پیدا ہوا تھا۔ تو میں نے اپنے خداوند قدوس کی بارگاہ میں نہایت عاجزی کے ساتھ یہ دعا مانگی تھی کہ "اے اللہ! اگر اس لڑکے سے تجھے دین کا کام لینا مقصود ہے تو اسے زندہ و سلامت رکھ ورنہ مجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں۔" اگر اللہ پاک کو اس سے دین کا کام لینا مقصود ہوا تو یہ ضرور زندہ و سلامت رہے گا میں تو جاتا ہوں۔"

پاکستان میں حضرت جیؒ کے "آخری سفر" کی روداد

از:۔ حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی خلیفۂ مجاز حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

جو واقعات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ان کو ذکر کیا گیا ہے۔ باقی بہت سی باتیں کسی سے نقل کی ہیں اور بہت سی باتیں مخصوص احباب کی زبانی معلوم ہوئیں ۔ اس سے یہ مضمون پورا کیا گیا ہے ۔

ملتان کے بعد کنگن پور، ٹل، راولپنڈی کا سفر رہا۔ کنگن پور میں مجمع کافی تھا مگر دلجمعی کم تھی۔ ٹل میں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی عجیب کیفیت تھی آپ نے سادگی اور جفاکشی کو ایک نعمت فرمایا کہ اسلام کی اصل مایہ ہے۔ اور اُن کی جوانمردی پر فرمایا کہ یہ آج مال حاصل کرنے پر خرچ ہو رہی ہے اس کو دین کی اشاعت پر خرچ ہونا چاہئے تھا۔ ٹل کے سارے تاجروں نے تمام دکانیں اور بازار بند کر دئے تھے۔ راولپنڈی میں پشاور، مردان اور سوات تک سے دیہاتی طبقہ کافی آیا ہوا تھا۔ جامع مسجد صدر میں اجتماع ہوا۔ اور حسب معمول خوب بارش ہوئی۔ رائے ونڈ میں تشریف لے گئے۔ دس پندرہ ہزار کا مجمع ہو گا۔ کھانے پینے کا نظام بھی بہت اچھا چلا۔ شہری طبقہ کافی آیا تھا۔ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کے بیانات بھی نرالے تھے۔

کلمہ کے نمبر کے ساتھ رب کی عبادت پر بہت زور دیا تھا۔ ایک عرب کے شیخ محمد سلیمن صاحب جو کہ دمام میونسپلٹی کے صدر ہیں۔ اور انشورنس کے محکمہ ڈائریکٹر بھی ہیں وہ بھی بھائی عبدالستار الخبر والوں کے ساتھ رائے ونڈ پہنچ گئے تھے اُن کا بیان بھی ہوا۔ انہوں نے علماء اکرام کی تعلیم کے ساتھ حلقہ میں شرکت بھی فرمائی اور بیان بھی عجیب انداز اور درد سے فرمایا کہ مختلف دوروں میں اللہ تعالےٰ مختلف شیوخ سے اپنے دین کا کام لیتے رہے اور اس صدی میں حضرت شیخ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے کام لیا ہے اور امت کی رہبری فرمائی ہے اب مسئلہ علماء کرام کے ہاتھ ہیں۔ اگر آپ کھڑے ہو جائیں تو امت کی ڈوبتی کشتی سلامتی کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے گی۔ اور اس کام کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس میں غفلت ہوئی تو خطرۂ عظیم ہے۔ علماء کرام کے مجمع کو خوب رلایا اور خود بھی روئے۔ تین چار مختلف کالجوں کے طلباء بھی آئے ہوئے تھے۔ اُن سے خالد صاحب لیکچرار علی گڑھ یونیورسٹی نے خصوصی بات چیت کی۔ طلباء نے بہت اچھا اثر لیا۔ انھوں نے بتلایا کہ کس طرح علیگڑھ یونیورسٹی کمیونزم کا اڈہ بنی ہوئی تھی۔ اور اب پھر کس طرح دین کی فضا اس کام کی برکت سے پیدا ہو رہی ہے اور اب کے علی گڑھ کے تمام پروفیسروں کا اجتماع ہوا اور اس میں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی تقریر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جانا اور تزکیہ اختیار کر لینا۔ اور اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی طرف چلنا یہ ولایت کا ادنیٰ درجہ ہے اور دوسرا ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ کہ جس شعبہ میں چل رہے ہیں اس کو ولایت والوں کی صفات سے چلانا اس کے لئے اپنے اپنے شعبوں سے نکل کر اپنا اپنا یقین، عبادت اور اخلاق بنانے کی ضرورت ہے۔ ان چیزوں کو بنا کر پھر شعبوں میں لگایا جائے۔ اب کے کالج کے طلباء نے کثرت سے اوقات لکھائے۔ "ستر" جماعتیں نکلیں۔ جماعتیں رخصت ہونے کے وقت حضرت کی رقت انگیز تقریر نے عرب شیخ تک کو رُلا دیا۔ اجتماع کے بعد جنرل صاحب کے یہاں اور عبدالرحمن صاحب قریشی جی۔ ایم۔ اے۔ ڈی۔ سی کے یہاں افسروں کا اجتماع ہوا۔ دونوں جگہ ملا کر تقریباً ایک صد افسروں، کالج کے پروفیسروں نے بات کو سنا۔ لاہور میں تین شب قیام کے بعد ایک دن کے لئے نونار گاؤں نارووال کے پاس میواتی لوگوں کا اجتماع رہا۔ اس اجتماع میں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ نے سکرات الموت اور غمرات الموت سے بچنے کی بار بار دعا کی۔ حضرت کو اس سے پہلے کبھی اتنی کثرت سے یہ دعا کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ اس علاقہ کے اجتماع سے حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور علاقہ کو دعا بھی دی۔ اس اجتماع میں ایک پیر صاحب بھی بیعت ہوئے عیسائی بھی شریک بیان رہے اور بہت اثر لیا۔

پھر تین دن رائے ونڈ مقام رہا اور ہر صبح مختلف ایمان افروز بیان ہوئے۔ ایک دن بیان کیا۔ امت کیسے بنی؟ اور اس کا عروج و زوال کیا ہوتا ہے؟ ایک دن یہ کام کیا ہے۔ دعوت، تعلیم، ذکر و نماز کو زندہ کرنا۔ اور انتظامی امور سب اس کے تابع ہیں۔ اصل نہیں ہیں اور ان کو کام نہ بنایا جائے۔ اور تیسرے دن یہ فرمایا۔ اس کام سے ماحول بنے گا اور کسی کے دل میں درد پیدا ہوگا اور فکر لگے گا۔ کہ یہ امت کس طرح سے یہود و نصاریٰ کے ہاتھ سے چھوٹے اور اس کی درد بھری آہ و زاری پر منجانب اللہ اس امت کے دوبارہ چمکنے کی صورت پیدا ہوگی۔ جیسے تاتاریوں کے زمانہ میں ۲۲ لاکھ مسلمانوں میں سے ۱۷ لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ پھر حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی نوراللہ مرقدہٗ کے فکر پر دروازہ کھولا۔ اکبر کے دین الٰہی پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہاتھوں دروازہ کھلا۔ خصوصی مجلسوں اور مشوروں میں عجیب عجیب نصیحتیں فرماتے رہے۔ طبیعت پر ۵۲ روزہ سفر مشرق و مغرب کا اثر تھا۔ کمزوری اور نقاہت کے اثرات تھے۔ دیہاتوں کے کام کے بڑھانے پر خصوصی زور دیا اور فرمایا آئندہ سال ہمارے سفر میں اجتماعات کو دیہاتوں میں رکھا جائے اور شہری طبقہ کو دیہات کی فضا میں لا کر بات سنائی جائے۔ سرحدی علاقہ میں کام کو بڑھایا جائے اور مشرقی پاکستان میں کوشش کو بڑھایا جائے اور اسلامی ممالک میں اسلامی جماعتوں کو بھیجا

جائے۔ یہ خصوصی تقاضے بیان فرماتے شفقت بہت تھی (جمعرات یکم اپریل کو) عصر بلال پارک میں پڑھی۔ بدھ کے روز سے گلے سے معدہ تک سانس کی نالی میں چبھن کی شکایت کرتے رہے۔ اس دن یہاں فرمانے کو طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی تھی لاہور کے دوستوں نے زور دیا کہ شہری مجمع کثیر تعداد میں آیا ہوا ہے اور مسجد اوپر نیچے سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہ اس سفر کی آخری تقریر ہو گی کیونکہ جمعہ کو ریل سے روانگی تھی۔ طبیعت کے خلاف ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور سوا گھنٹے تک طویل تقریر فرمائی۔ آواز میں نقاہت تھی اور درد عیاں تھا۔ تقریر سے پہلے مولانا انعام الحسن سے فرمایا کہ ہماری منزل پوری ہو چکی ہے انہوں نے عرض کیا ابھی تو ملکوں کے فیصلے کرانے ہیں۔ حضرت جی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اسکیم تو تیار ہو گئی ہے۔ اب کرنے والے کرتے رہیں گے۔ فرمایا بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کس عمر میں وصال فرمایا۔ عرض کیا ۶۳ سال۔ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، عرض کیا ۶۳ سال۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، عرض کیا ۶۳ سال میں انتقال فرمایا۔ کچھ دیر سکتہ فرمایا پھر فرمایا۔ ۶۳ سال ٹھیک ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا یہ مشورہ کی چیز تو تھوڑی ہے کہ سب اپنے لئے طے کر لیں مولوی شمس الدین قاری بدرالدین میواتی کے بھائی سے فرمایا تم سب ہندوستان چھوڑ آئے ہو۔ وہ خاموش مؤدب کھڑے رہے۔ فرمایا اچھا حضرت شیخ وہاں ہیں بہت کافی ہیں پھر تقریر کے لئے تشریف لے گئے اور تقریر کے دوران پسینہ آتا رہا۔ ۱½ گھنٹہ بیان فرمایا۔ تشکیل کے وقت تک تھک چکے تھے مگر جبر کر کے بیٹھے رہے۔ کیونکہ عزت پوری صاحب کے یہاں کا نکاح پڑھانا تھا اور سر سے ٹوپی اتار دی اور پسینہ پونچھتے رہے۔ ٹھنڈا پانی منگوا کر پیا۔ سانس کی نالی کی تکلیف کو اس طرح پانی پی پی کر رفع کیا کرتے تھے۔ نکاح اور دعا مختصر کرائی اور اندر سے نکل کر باہر تشریف لے آئے۔ مسجد سے نکل کر باہر تشریف لے آئے۔ مسجد سے نکل کر حاجی صاحب کی بیٹھک کے سامنے فرمایا مجھ کو سنبھالو۔ سعید بن صدیق صاحب اور ریاض لاہوری نے گلے اور کمر کو ہاتھوں سے سہارا دیا۔ بھائی یعقوب کے دروازہ میں داخل ہوتے ہی

لڑکھڑائے اور غشی طاری ہوئی۔ بھائی احسان یعقوب وغیرہ کو آواز دی گئی۔ اور سب نے مل کر چارپائی پر لٹایا۔ نبض بند ہو چکی تھی۔ مولوی ضیاء الدین جس کے بھائی حکیم عبدالحی صاحب کو اور ان کے صاحبزادہ حکیم احمد حسن صاحب نے ان کے پاس جیب میں جواہر مہرہ تھا وہ دودھ میں دیا گیا تو ہوش آیا۔ تقریباً چار یا پانچ منٹ بے ہوش رہے تھے۔ کچھ طبیعت سنبھلی تو کرنل ضیاء اللہ صاحب کو بلایا گیا یہ ماہر قلب ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دل کی بیماری کا شدید حملہ ہے اس سے بچ جانا ایک کرامت ہے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہیں نبض ۵۶ خون کا دباؤ ۹۰ تھا۔ ڈاکٹر نے ہسپتال کے لئے بہت اصرار کیا۔ اور قطعی حرکات سے منع کیا۔ یہاں تک کہ کروٹ بھی خود نہ بدلیں اور کمبل بھی خود نہ لیا کریں۔ رات کے پونے تین بجے عشاء کی نماز پڑھی۔ رات بے چینی میں گذری۔ نیند کا ٹیکہ لگایا گیا۔ کچھ نیند ہوئی۔ صبح کو اٹھے تو طبیعت میں بشاشت تھی۔ پوچھتے رہے رات کو کیا ہوا تھا۔ ایک دوست اورنگ زیب پٹھان کے علاقہ اور وہاں کے لوگوں میں کام کرنے کی اہمیت کو بتایا۔ فرمایا کہ یہ ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے۔ حکیم عبدالحی کو فرمایا کہ جماعت لے کر جاؤ۔ رات کو ڈاکٹر صاحب نے اشارہ سے نماز پڑھنے، اور مکمل آرام کرنے اور ۲۱ یوم قیام کرنے کو فرمایا ہے۔ جمعہ کی صبح کو حکیم صاحب سے دریافت فرمایا گیا آپ کی بھی یہ ہی رائے ہے انہوں نے کہا کہ ہمارے اطباء میں بھی یہ ہی رائے مذکور ہے۔ کیونکہ حرکت ہونے سے دورہ کا پھر خطرہ ہو جاتا ہے۔ قریشی صاحب سے فرمایا کہ آرام کے دوران میں تقریر کی سفارش تو نہ کرو گے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اگر تمہارا کوئی خاص آدمی آ گیا تو! عرض کیا گیا پھر بھی نہیں فرمایا اگر ہمارے جی میں آ گیا تو! اس پر قاری رشید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم سب مل کر آپ کو روک دیں گے۔

اگلے روز صبح کرنل ضیاء اللہ صاحب نے تشریف لاتے ہی پوچھا سانس کی کیفیت، اور کھانسی تو نہیں ہے۔ کہا گیا نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے زور سے الحمد للہ کہا اور اتنی جلدی صحت میں ترقی ہمارے خیال سے باہر کی چیز ہے۔

اکثر نبض ۱۱۰ رہا کرتی تھی۔ خون کا دباؤ ۱۲۸ تھا حالت اچھی تھی۔ چائے، ڈبل روٹی کھائی۔ دل کی حرکت کا

تحریری چارٹ کا رڈیو گرام بھی لیا گیا۔ مرض اپنا اثر کچھ چھوڑ گیا تھا۔ اب ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کا زور نہیں دیا کہ ڈاکٹر اسلم صاحب نگرانی کرتے رہیں گے۔ نیند آتی اور آٹھ دس منٹ بعد اکھڑ جاتی۔ سہارنپور جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا۔ تاکہ چند روز آرام کے بعد جائیں۔ جمعہ کا وقت ہوا تو ہم سب نماز کو چلے گئے۔ خطبہ کے ختم ہونے پر صفیں سیدھی ہو رہی تھیں کہ بھائی خدا بخش نے ڈاکٹر محمد اسلم صاحب کو اونچی اونچی آواز دی وہ گئے سانس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی قاضی صاحب۔ عبدالقادر صاحب کو بلوایا۔ ان کا ماتھا پہلے ہی ٹھنک چکا تھا۔ انہوں نے کہا وقت قریب ہے آپ پڑھیں۔ فرمایا تم بھی پڑھو۔ یہ تکلیف دوپہر دو گولیاں کھانے کے بعد شروع ہو گئی تھی۔ فرمایا مجھے نماز پڑھاؤ اور مختصر پڑھاؤ۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھائی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ دوبارہ حملہ شروع ہو گیا ہے۔ آکسیجن کے لئے ہسپتال لے جانا ضروری ہے۔ آمادہ نہیں ہوئے تھے۔ جب حضرت مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت عورتیں نہیں ہوں گی۔ تو آمادہ ہو گئے۔ اتنے میں سانس کی کھڑکھڑاہٹ شروع ہو چکی تھی۔ ربی اللہ ربی اللہ فرما رہے تھے۔ مولوی الیاس نے بتایا کہ شام کی دعائیں پڑھنی شروع کر دیں (سبحان اللہ حین تمسون..... الیٰ آخرہ) بھائی یعقوب نے کہا۔ کہ ایک انگلی اٹھا کر (انجز وعدہ ونصر عبدہ) جس دن مکہ شریف فتح ہوا تھا اس دن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا پڑھی تھی وہ پڑھنے لگے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی دعا پڑھتے رہے۔ اور پھر کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور قریشی صاحب کی کار میں لٹایا گیا۔ اور لیٹتے وقت اپنے جسم کو اندر کار میں کھینچا جس سے مولوی الیاس صاحب کو کافی طاقت محسوس ہوئی۔ مفتی صاحب بھائی گلزار کی کار میں ڈاکٹر منیر صاحب کو آگے لے کر چلے تاکہ آکسیجن کا انتظام کریں۔ حضرت جی کی کار پیچھے آ رہی تھی۔ اس میں مولانا انعام الحسن صاحب، ڈاکٹر اسلم صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب میواتی تھے۔ ریلوے ورکشاپ کا پل پار کر کے گڑھی شاہو کے چوک کے قریب دریافت فرمایا۔ ہسپتال کتنی دور ہے

عرض کیا گیا ابھی آدھا فاصلہ باقی ہے کلمہ پڑھ رہے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا اس کے بعد زبان پھول گئی آنکھیں پتھرا گئیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کر دی تھی۔ بس وقت موعود آ چکا تھا (۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ ۱۲۔ اپریل ۱۹۶۵ء ۲ بجے کے بعد) روح مبارک پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اکیس برس جو دن رات جان کھپتی رہی۔ یوں اللہ کی راہ میں وطن سے دور چلی گئی مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا کہ ہسپتال مت لے جاؤ۔ واپس چلو۔ مگر ڈاکٹر اسلم صاحب کا خیال آکسیجن دینے کا تھا۔ پانچ چھ منٹ بعد ہسپتال آیا۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے کار میں سے نکالنے کو منع فرمایا۔ مگر ڈاکٹر اسلم صاحب کے فرمانے پر نکالا گیا اور ہسپتال میں لایا گیا چار پانچ منٹ دو تین ڈاکٹر مل کر آکسیجن دیتے رہے۔ جسم کو دباتے رہے اور دو ٹیکے بھی دئے کہ قلب کی حرکت شاید شروع ہو جائے مگر نہ ہوا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے مایوسی کا اظہار کیا تو بعض احباب رو رہے تھے مولوی الیاس صاحب اور حافظ صدیق صاحب اونچی اونچی آواز سے رو رہے تھے اور بے قابو ہیں تھے۔ مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت بھی بھری ہوئی تھی مگر ضبط تھا۔ اور انا للہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منھا) پڑھتے تھے۔ اور پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ذریعے ایمبولنس گاڑی کا انتظام کروایا اور حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کو اور دیگر احباب کو اس میں سوار کر دیا۔ اور بلال پارک پہنچے میں نے عزیز الدین صاحب کو ہسپتال ہی سے بھیج دیا تھا کہ صابری صاحب کرٹی کے تاجر سہارنپور کو ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع بھجوا دیں۔ وہ بھی ٹیلیفون کر کے آ گئے۔ انہوں نے بتلایا کہ صابری صاحب کلکتہ گئے ہیں اور عبدالحفیظ صاحب کو پیغام بھجوایا گیا گھنٹہ کے بعد پھر ٹیلیفون کیا تو جواب ملا کہ نظام الدین تشریف لانے کی کوشش کی جائے اور اگر مشکل ہو تو رائے ونڈ کی کوشش کر دی جائے۔ مختلف جگہوں پر ٹیلیفون کر دئے گئے۔

جس وقت نعش مبارک ہسپتال سے بلال پارک پہنچی۔ تو مجمع بعد نماز جمعہ جو دعائے صحت کے مانگنے میں مشغول تھا وصال کی خبر پا کر بے چین ہو گیا۔ فوراً دعائے مغفرت کے طلب میں مشغول ہو گئے اگرچہ قلوب غمگین و آنکھیں اشکبار تھیں۔ مدرسہ کاشف العلوم جامع بلال پارک کے جنوبی کمرہ میں کفنانے کے لئے میّت شریفہ کو رکھا گیا۔ موجودہ لوگوں میں سے میاں جی عبداللہ صاحب میواتی، جناب قاری عبدالرحیم صاحب میواتی، حافظ محمد سلیمن صاحب میواتی امام مسجد رائے ونڈ، بھائی محمد ابراہیم صاحب میواتی اور دیگر رفقاء نے مل کر غسل دیا۔ کفن پہنایا اور جنازہ کو زیارت کے لئے رکھ دیا گیا۔ زیارت کا یہ سلسلہ عشاء کی نماز سے پہلے تک جاری رہا۔ ریڈیو پاکستان لاہور کی مقامی خبروں میں ۵½ بجے دن کو یہ خبر اندوہناک نشر کی گئی۔ ، سرگودھا، لائل پور، گوجرانوالہ، قصور، منٹگمری، ملتان، شیخوپورہ، سیالکوٹ سے عوام و خواص، علماء و مشائخ پہنچنا شروع ہو گئے۔ لاہور کے مدارس دینیہ کے اساتذہ طلباء کے علاوہ درد و فکر رکھنے والوں کے علاوہ دفاتر، کالج کے پروفیسر، طلباء نیز عوام بھی کثرت سے جنازہ میں پہنچ گئے تھے۔ آن کی آن میں مسجد بلال پارک اور ملحقہ میدان بھر گیا۔ مقامی علماء میں سے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ لاہور، حضرت مولانا رسول خاں صاحب مدظلہ العالی اور دیگر اساتذہ کرام جامعہ اشرفیہ اور دیگر تمام دینی مدارس کے علماء حفاظ و قراء شریک تھے مجمع پر جو غم و رنج کا عالم طاری تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ خبر وفات سن کر بھی لوگ یقین نہیں کرتے تھے کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ انتقال فرما گئے ہیں۔ بلکہ اس خبر کو غلط کرنے کے لئے مختلف تاویلات کہ ممکن ہے کوئی اور مولانا یوسف ہوں۔ حضرت جی تو ماشاء اللہ ابھی جوان ہیں تندرست و توانا ہیں پھر اللہ پاک نے ابھی ان کو بہت دن رکھنا ہے اور بڑا کام لینا ہے۔ پھر اس کم عمری میں تو شاید ہی کسی اہل حق کو جاتے دیکھا ہو گا۔ مگر یہ سب تاویلات اپنی جگہ غلط ثابت ہوئیں۔ جب جنازہ کی زیارت کی تو واقعی سب نے حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ ہی کو ابدی نیند میں مستغرق پایا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ چہرۂ انور کی حالت سے قطعاً کوئی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا بالکل جیسا کہ سوئے ہوئے ہیں اور یہ بھی نہیں بلکہ جس طرح حیات میں دینی درد و فکر کے اثرات چہرہ انور پر ظاہر ہوتے تھے۔ بالکل یہ حالت اُس وقت بھی تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور لاہوری جنازہ کی نماز کی نیت سے بلال پارک تشریف لائے اور پھر فوراً ہی واپس گھر تشریف لے گئے یہ تشریف لے جانا اس لئے تھا کہ حجاز مقدس سے لایا ہوا عطر جو انہوں نے اپنے والد مرحوم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے وقت لگایا تھا اس میں سے آدھا باقی رکھا تھا اس کو لائے اور اس گنہگار کو حکم فرمایا کہ اب تو مجمع زیادہ ہے مجمع گھٹ جانے پر ہو سکے تو حضرت مولانا نور اللہ مرقدہٗ کے لگا دینا۔ الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ بات ذکر کرتا ہوں ورنہ کوئی اور مراد ہرگز نہیں ان گنہگار ہاتھوں نے وہ سبز رنگ کا عطر چہرہ انور، ریش مبارک پر خوب ہی ملا۔ اور اس وقت یہ بھی جذبہ تھا کہ ممکن ہے اللہ تعالےٰ مجھے اپنے اس مقبول بندہ کے عطر لگانے کے ہی سبب کل قیامت میں میری بخشش فرما دیں۔ ایک بات تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اسلام لانے کے سبب ان کے مجاہدات و قربانی دینے کی برکت سے اللہ پاک نے اہل حبشہ کو اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی برکت سے اہل فارس کو اسلام کی طرف پلٹا دیا میں تو اس میواتی قوم کے کفر و شرک کی سرحدوں سے پلٹ آنے کا سبب اور حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ، حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ اور اس خانوادہ مبارک کے پچھلے بزرگوں کی توجہ کا قوم کی طرف مبذول ہونا اور قوم کا دین کی بات پر لبیک کہنا جب کہ تبلیغ کی اس تحریک کو یو۔پی کے پڑھے لکھے لوگوں نے بھی اوّل اوّل قبول نہیں کیا۔ صرف یہ ہی وجہ سمجھتا ہوں کہ حضرت سیّد احمد شہید مجاہد عظیم نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ کریم اللہ خاں میواتی شہید، ہمت خاں میواتی شہید اور وزیر خاں میواتی شہید نے آخر دم تک ساتھ دیا۔ بلکہ کریم اللہ خاں میواتی کو تو حضرت کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ حضرت کے ساتھ ہی ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ جان دے دی۔ یہ میواتی شہداء

قصبہ نوح کے رہنے والے تھے۔ سیرت سید احمد شہید مرتبہ مولانا غلام رسول مہر نے بالتفصیل ان شہداؤں کے واقعات نقل کئے ہیں۔ ان تینوں شہیدوں کی قربانی نے اہل حق کو اس قوم کی طرف متوجہ کر دیا۔ اصل میں تو اللہ سبحانہٗ و مقدس رحمت کا متوجہ ہونا تھا۔ حضرات اہل اللہ تو مظہر ہیں۔ اور جس طرح وہ تینوں شہید حضرت سید احمد شہید نور اللہ مرقدہم کے ساتھ آخر دم تک رہے اسی طرح مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ حضرت جی مولانا محمد یوسف قدس سرہٗ ان میواتی لوگوں سے خوش خوش رخصت ہوئے۔ حضرت اقدس قطب الارشاد مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے غسل میں عزیزم محمد سلیمان میواتی غوط والے میاں جی محمد سلیمان مروکھڑا والے اس طور پر شریک رہے کہ پانی لاکر دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ بھائیو! کوئی کہانی سنانا مقصد نہیں ہم تو ان چیزوں کو ہفت اقلیم سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں ہزاروں حفاظ، سینکڑوں علماء و قراء جس میں استاذ العلماء میوات حضرت مولانا عبدالسبحان میواتی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے صاحبزدگان نیز حضرت مولانا نیاز صاحب پیدا فرمائے۔ مجمع بڑھتا چلا گیا۔ رات کو بعد نماز عشاء ۹ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ½ ۱۰ بجے دوبارہ حضرت اقدس جانشین برحق حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب دام مجدہم نے رہے سہے لوگوں کے ساتھ جنازہ پڑھا۔ کیونکہ حضرات سرگودھا سے دیر میں پہنچے تھے نیز ملتان سے اور مقامی سینکڑوں افراد دیر سے پہنچنے کی وجہ سے نماز جنازہ سے رہ گئے تھے۔ ۱۱ بجے اطلاع آئی کہ چارٹر طیارہ ۱ بجے تیار رہے گا ۱۲ بجے ہوائی اڈہ پر پہنچے۔ ایک صندوق میں رضائی رکھ کر لٹایا گیا۔ ڈیڑھ بجے رات کو طیارہ اڑا۔ مولانا انعام الحسن صاحب چھ اصحاب کے ہمراہ تھے حافظ صدیق صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، حاجی احمد صاحب، قاری رشید صاحب، حافظ صدیق صاحب، مولوی الیاس صاحب میواتی، میاں جی اسحٰق صاحب میواتی، مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا۔ باقی سب جوڑیاں ہیں میرے سوائے۔ ہوائی اڈہ پر مختصر سی بات بھی فرمائی۔ کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کہتے کہتے چلے گئے اب کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جو کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد اُس کے ساتھ ہوگی۔ یاد دلایا۔ کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ بھائی خدا بخش، چوہدری نذیر صاحب سے بات کرنا چاہتے تھے مگر نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ یہ ہی چاہتے ہوں گے کہ اس کام کو اصل بنایا جائے اور دوسرے ذاتی مشاغل میں نگرانی کے علاوہ اور کوئی کام ذمّہ نہ لیا جائے۔ کل بروز ہفتہ ½ ۱۱ بجے ٹیلیفون کیا معلوم ہوا۔ کہ خیریت سے رات تین بجے پہنچ گئے۔ حضرت شیخ دام مجدہ العالی رات ہی کو تشریف لے آئے۔ صبح ½ ۹ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ تقریباً ۱۱ بجے دن کو تدفین عمل میں آئی۔ کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

سید محمد قاسم شاہ پیر حقانی ایڈیٹر تنظیم پشاور

غالباً سال ۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ ہمارے ہاں ایک بزرگ ہستی مولانا ابو فیض صاحب خطیب بارالیس مسجد سلیم مدارس انڈیا سے تشریف لائے تھے۔ اُن کی زبانی تبلیغی جماعت کا پہلی بار نام سنا۔ اور یہ بھی سنا کہ ایک ایسی ہستی جس کو لوگ حضرت جی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جب دعا کرتے ہیں تو ملائکہ اُن کی دعا میں آمین کہتے ہیں۔ راقم الحروف ۱۹۲۱ء سے مختلف سیاسی تحریکوں خلافت، خدائی خدمت گار خاک سار، فارورڈ بلاک میں شامل ہو کر قید و بند کی مصیبتیں جھیل چکا تھا۔ حضرت جی صاحب سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ غالباً ۵۴ء میں ایک تبلیغی جماعت ہمارے ہاں آئی۔ جب اُنھوں نے دعوت رکھی۔ تو بندہ نے ۳ دن کے لیئے نام دیا۔ اور دوسرے روز مع چند دوستوں کے ہم ہنگو میں سہ روزہ اجتماع کو گئے۔ تین دن ان اللہ والوں کے ساتھ گزار کر دل میں اس کام کی عظمت پیدا ہوئی۔ ہر سہ راتوں میں تہجد کو اُٹھنا اور نماز پڑھنا نصیب ہوئی۔ غرض واپس آکر دل میں ولولہ پیدا ہوا۔ پھر دوبارہ جماعت آئی ہمارے ہاں مقامی جماعت بنی۔ جس کے امیر حاجی سید بادشاہ مقرر ہوئے۔ اُن دنوں مجھے کراچی جانے کا اتفاق ہوا۔ کراچی میں ہر روز بلا ناغہ مکی مسجد جانا۔ بلکہ اکثر دفعہ مکی مسجد میں رات بسر کرتا۔ ان ایام میں کئی بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ خصوصاً فریدی صاحب سے کراچی میں شب جمعہ کو جب جماعت کے لئے وقت مانگا گیا۔ تو انہوں نے دس دن دیئے تین دن کراچی میں گزارے ہوں گے کہ اچانک واپسی ہوئی۔ یہاں آکر کوہاٹ میں ایک جماعت سے جو لائل پور سے آئی تھی۔ ملاقات ہوئی جو کوہاٹ کے اجتماع کے لئے کام کرنے آئی تھی۔ اُن کے ساتھ شامل ہو کر بقایا سات دن ان کے ساتھ گزارے۔ اس جماعت میں ایک ہفتہ گزار کر اب مجھ ناچیز پر اس کام کی مزید عظمت ظاہر ہوئی۔ غرض جب ستمبر ۱۹۵۵ء میں کوہاٹ میں اجتماع ہوا۔ تو میں نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلی کے کہنے پر ایک چلہ کا اعلان کیا۔ حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں چند دن رہ کر مجھے اپنے اندر ایک خاص روحانی طاقت محسوس ہونے لگی غرض ہماری ایک جماعت کوئٹہ کے لیئے تشکیل کی گئی۔ لیکن افسوس سیلاب کی وجہ سے کوئٹہ کے آمدو رفت کے ذریعے منقطع ہو چکے تھے شاہ صاحب کے حکم سے یہ وقت کراچی کے گردو نواح میں گزارہ۔ پھر ۱۹۵۹ء میں ایک اور چلے کی اللہ تبارک و تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ یہ چلہ راپٹونڈ کے قریب و جوار میں اور کچھ دن منٹگمری ہڑپہ اور چیچا وطنی میں گزارہ۔ غالباً اسی سال حضرت جی صاحب کوہاٹ کو تشریف لائے۔ اُن کی تقریر سنی لیکن اُن کی بلند پایہ تقریر میری سمجھ میں نہ آسکی بعد ازاں جب حضرت جی صاحب علیہ الرحمت ۷،۸ جولائی ۱۹۶۴ء کو راولپنڈی تشریف لائے تو ان کی چار تقریریں سنی۔ ہر تقریر میں ایک عجیب کیفیت تھی۔ اس دفعہ کچھ سمجھ آئی۔ خصوصاً دعا کے وقت جو نقشہ سامنے آتا۔ ہزاروں بندگان خدا رو دھو کر جب دعائیں مانگتے تو قیامت کا نقشہ سامنے آتا۔ اس کے بعد جب ۱۶ر مارچ ۱۹۶۵ء کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بڑے قافلہ سے موٹر کاروں کے ذریعے ٹل کو تشریف لائے تو ہزاروں لوگ استقبال کو کھڑے تھے۔ جن میں افغانستان وزیرستان، آزاد قبائل خٹک و بنگش کرم ایجنسی کے لوگ جوق در جوق شامل تھے۔ کئی ہزار بندوقوں کے فائر ہوئے۔ حضرت جی سے ہر آدمی مصافحہ کرنے کو آگے بڑھتا۔ جب حضرت جی نور اللہ مرقدہ، بیان کے لئے مسجد گنبد میں تشریف لاتے تو ایک خاص قسم کی خوشبو پھیل جاتی جو کئی احباب نے محسوس کی۔ اور مجھ ناچیز کو توجہ دلائی ۱۸ر مارچ ۱۹۶۵ء کی صبح کو حضرت جی نے ٹل میں آخری تقریر فرمائی۔ اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ ہر آنکھ سے آنسوؤں کی جھڑی بہہ رہی تھی۔ اور دعا پر آمین کی صدا گونج رہی تھی آخر بار جب جماعتیں رخصت ہونے لگیں تو مجھ ناچیز سے جب مصافحہ کرنے لگے تو زبان مبارک سے ایک خاص دعائیہ الفاظ نکلے۔ جس کا اثر خاص میرے دل پر ہوا۔ یہاں سے چھ لاریوں میں جماعتیں راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئیں۔ ۹ بجے رات کو راولپنڈی پہنچے ہم سے پہلے حضرت جی صاحب نے پہنچ کر بیان شروع کیا تھا غالباً ۱۰ بجے تک بیان کرتے رہے۔ صبح نماز جمعہ سے قبل پھر بیان فرمایا۔ ۲۰ر مارچ کو صبح آخری بیان فرماکر دعا فرمائی۔ اور جماعتوں کو رخصت کیا۔ ۹ بجے رات جماعتیں رائے ونڈ پہنچی۔ یہاں تین دن رات حضرت جی نے خطاب فرمایا۔ ۲۳ر مارچ کو تقریباً ستر جماعتیں رخصت کیں۔ اس وقت ایک خاص دعا فرمائی۔ ہزاروں بندگانِ خدا کے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ہماری چودہ نفر کی جماعت سرگودھا کے لئے تشکیل ہوئی۔ اور ہدایت ملی کہ تین دن گوجرانوالہ میں گزار کر پھر سرگودھا جانا۔ ہم نے ۳ دن مسجد فاروقیہ میں گزارے۔ جمعہ کی نماز مسجد شیرانوالہ باغ میں ادا کی۔ حضرت جی نارووال سے تشریف لائے۔ حضرت جی صاحب نے آدھ گھنٹہ مختصر تقریر کی۔ ہم نے حضرت جی کی یہ آخری تقریر سنی۔ ۵ر بجے ہماری جماعت سرگودھا روانہ ہوئی ۲ر اپریل عصر کے وقت حضرت جی نور اللہ مرقدہ، کی وفات کی خبر ملی اِنَّ لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ راجعُون

آج بھی میرے کانوں میں حضرت جی کا یہ مخصوص بیان گونج رہا ہے۔ کہ "اشیاء کو معبود نہ بناؤ۔ اشیاء پر اعتماد نہ کرو۔ صورتوں پر متوجہ نہ ہو ان سے کچھ نہ ہو گا۔ وسائل کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ان سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اعمال سے ہوتا ہے صفات سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے۔ رب الاشیاء اور رب الصّور کرتے ہیں۔ اس کو جانو۔ اسی کو پہچانو۔ اور اسی کو مانو وہی جو نوح علیہ السلام کا رب تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل سے محفوظ رکھا تھا۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنون سے بچایا تھا۔ وہی اب تمہارا رب ہے۔ تم اس پر اعتماد رکھو۔ اس پر توکل کرو۔ اس پر ایمان لاؤ" حضرت جی کو یہ مرتبہ کیوں ملا۔ ایک بزرگ سے یوں سنا ہے کہ جب حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ نے تبلیغ کا کام بستی نظام الدین میں شروع کیا تو دور دور سے مہمان آنے شروع ہوئے۔ چھوٹی سی بیت الخلا تھی۔ وہ جلد بھر جاتی تھی۔ یہ کہ صبح بھنگی آکر صاف کرتے۔ حضرت جی رات کو اندھیرے میں اُٹھ کر بیت الخلا کا میلا اُٹھاکر دو تین فرلانگ دور لے جاکر پھینک آتے۔ اور پھر نہا دھو کر دو رکعت نفل شکرانہ ادا کرتے کہ اللہ اس کا بڑا احسان ہے کہ مجھے اپنے نیک بندوں کا میلا صاف کرنے کی توفیق دی۔ ایک اور بزرگ سے یوں سنا کہ ۱۹۶۴ء میں جب صبح بیت اللہ کو تشریف لے گئے۔ تو کعبہ کے غلاف سے لپٹ کر زار و قطار رونے لگے۔ حتےٰ کہ رونے کی آواز دور دور تک سنائی دی۔ تمام لوگ چلے گئے آخر ایک سپاہی نے آکر حضرت جی سے کہا کہ بس کریں۔ مجھ میں آپ کا رونا سننے کی طاقت اور نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو اور آپ کے جملہ معتقدین کو جنت الفردوس نصیب فرما دیں۔ آمین ثم آمین!

محمد الحسنی

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

یہ سطریں لکھتے وقت قلم کا جگر شق ہوتا ہے کہ عالم اسلام کی سب سے بڑی تبلیغی تحریک کے رہنما شیخ وقت اور عالم ربانی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب تقریباً ربع صدی تک مسلسل سفر مسلسل جدوجہد، مسلسل دعوت اور مسلسل نقل و حرکت کے بعد اب خدا کے جوار رحمت میں آرام کر رہے ہیں ؎

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

یا ایھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضیه فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی

اللہ کے اس مقبول و برگزیدہ بندے نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ کی جس امانت کو ان کے دوران علالت میں اپنے سینے سے لگایا تھا اس کو آخر دم تک اس وفاداری سے نبھایا کہ عشاق و محبین اس راہ کے فدائیوں اور وفاداروں اور محبت کا دم بھرنے والوں کو بھی اس پر رشک آئے اور بڑے بڑے اہل عزیمت و اہل محبت اس حالت کی تمنا اور اس سعادت کے حصول کی دعا کریں۔

مولانا کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور سب سے بڑا کارنامہ نہ تبلیغی کام کی، وسعت و عمومیت ہے اور نہ مردم سازی و تربیت، ان کا امتیاز یہ نہیں کہ انہوں نے اس کام کو ہندوستان سے نکال کر ممالک عربیہ، چین، جاپان اور یورپ و امریکہ تک پہنچا دیا اور نقل و حرکت اور دوروں کو اس قدر وسعت دی کہ اگر اس کا مالی حساب لگایا جاتے تو شاید کروڑوں تک پہنچے۔ اس کام کی وسعت و ترقی کی اہمیت اور اس کے زبردست نتائج سے کوئی انکار نہیں، لیکن مولانا کا سب سے بڑا وصف اور ان کا اصل امتیاز دو چیزوں میں مضمر ہے اور یہ وہ چیز ہیں جن میں مبلغین و اہل دعوت و اصلاح کے حلقہ میں ان کا کوئی شریک و ہمسر نظر نہیں آتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ "رتبہ بلند" اس عہد میں انہیں کے ساتھ مخصوص رہا۔ ایک یقین کی طاقت دوسرے تبلیغ و دعوت میں مکمل "فنائیت"۔

ان کا اصل موضوع اور ان کی آواز بھی "یقین" تھا اور یہ یقین ان کے رگ و ریشہ میں اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ یا کوئی گوشہ اس سے خالی نہ تھا۔ ایسا نہ تھا کہ گوشہ تنہائی یا عبادت و ریاضت کے وقت تو یہ یقین ان کو حاصل ہو۔ لیکن اقتدار کی قوت وجاہت و دولت اور علم و فلسفہ کے سامنے یہ یقین ان کا ساتھ چھوڑ دے اپنے مبلغین و محبین کے سامنے یہ یقین پوری قوت کے ساتھ جلوہ ریز ہو اور وزراء اہل حکومت یا اہل دولت کے سامنے اس میں اتنی قوت باقی نہ رہ جائے۔ یہ یقین اس وقت تک تو حاصل ہو جب تک اس کو آزمانے کا موقع نہ آئے اور امتحان و آزمائش کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

مولانا نے ایک مرتبہ دعوت کے شرائط و آداب پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے متاثر نہ ہو۔ یا آدمی متاثر کرتا ہے یا متاثر ہوتا ہے۔ درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے اس لئے اگر تم مخاطب کو متاثر نہیں کر سکے تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے متاثر ہو چکے ہو۔

یہ بات سب سے پہلے خود مولانا رحمتہ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے اسی قوت، اسی یقین، اسی صراحت، اسی دل سوزی اور اسی سطح سے بات کرتے جو کار نبوت کے شایان شان اور منصب علماء کے لائق اور مناسب ہو۔ وہ جس طرح ایک عامی سے بات کرتے تھے اسی طرح ایک وزیر یا سفیر یا ایک کروڑ پتی اور بڑے سے بڑے سیاسی سے بات کرتے تھے۔ بلکہ شاید اس سے زیادہ صراحت اور قوت کے ساتھ۔

پاکستان میں ایک مرتبہ بعض مخلص و اہل تعلق نے جو حکومت کے اعلیٰ مناسب پر فائز تھے، ایک مخصوص اجتماع کیا۔ اور اس میں وزراء حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار اور ممتاز ترین شخصیتوں کو مدعو کیا مولانا تشریف لائے تو ان سب کا تعارف کرایا گیا کہ آپ فلاں وزیر ہیں، آپ اس محکمہ کے سیکرٹری ہیں، آپ فلاں جگہ کے ڈائرکٹر ہیں، جب تعارف کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے بات اس طرح شروع فرمائی۔

بھائیو! ابھی آپ نے معلوم نہیں کن کن عہدیداروں کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد آپ نے چند جانوروں کا نام لے کر فرمایا۔

"ہاں اگر آپ یوں تعارف کراتے تو شاید میں زیادہ سمجھ جاتا" جن حضرات نے ان لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ ان کے سر مارے ندامت اور خوف کے جھکے ہوئے تھے۔ کہ اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے۔ مولانا نے عجیب موثر اور دلنشین انداز سے فرمانا شروع کیا کہ میرے بھائیو!

حضرت جی کا انتقال

★ ایک ایسے داعی کا انتقال جس کا پوری دنیا میں کوئی ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
★ ایک ایسے مجاہد کا انتقال ہے جس نے ۲۰ سال میں سینکڑوں سال کا کام انجام دیا۔
★ ایک ایسے مبلغ کا انتقال ہے جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز
★ گوشوں میں دینی دعوت و اصلاح کا پیغام پہنچ گیا۔
★ ایک ایسے عالم کا انتقال ہے جس کی زندگی سرتاپا عمل تھی۔
★ ایک ایسے روحانی پیشوا کا انتقال ہے جو ہر دم میدان میں سرگرم کار رہا۔
★ ایک ایسے بندہ کا انتقال ہے جس نے اس چودہویں صدی میں قرن اول کے اسلام کا نمونہ پیش کیا۔
★ ایک ایسے امتی کا انتقال ہے۔ جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنت محمدیؐ کی زندہ جھلکیاں دکھائیں۔
★ ایک ایسے انسان کا انتقال ہے جس کی قوت کارکردگی کے سامنے سینکڑوں افراد کی اجتماعی کارکردگی ہیچ تھی!
★ ایک ایسے صاحب دل بزرگ کا انتقال ہے جس کا دل سوز و تپش کی بھٹی تھا

اور

★ ایک ایسے معلم کا انتقال ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو علم دین سکھا دیا۔

آج حضرت جیؒ کے غم میں ایک پورا عالم سوگوار ہے۔ کام ہو گا مگر کام کو فروغ دینے والا نہیں۔ تحریک جاری رہے گی مگر تحریک کو پھیلانے والا نہیں۔

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔

وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی، ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی اسی طرح تمام عہدوں کا حال ہے اس میں ہماری اور آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اتنی ملوں کا مالک ہے۔ اتنی کوٹھیوں کا مالک ہے اور اتنی موٹروں کا مالک ہے۔ بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدری ہیں۔ انہوں نے احد میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے فلاں غزوہ میں حصہ لیا تھا۔ اور یہ اتنے غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ اور انہوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں" اسی دردمندانہ اور مخلصانہ انداز میں تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریر کی۔

جن لوگوں نے یہ جلسہ بلایا تھا وہ منتظر تھے کہ دیکھیں مولانا کی اس تقریر کا کیا ردعمل ہوتا ہے اور یہ لوگ کتنے غیظ و غضب کے عالم میں واپس جاتے ہیں۔ لیکن اس کا ردعمل صرف یہ ہوا کہ شام کے عمومی اجتماع میں نہ صرف خود وہ لوگ موجود تھے۔ بلکہ اپنے ساتھ دوسرے عہدہ داروں کو بھی لائے تھے اور اسٹیج پر وزراء کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی جو اس مخصوص اجتماع میں تھی۔

یہ یقین مولانا کے سینے سے چشمہ کی طرح ابلتا اور کسی وقت (کسی دن یا کسی ہفتہ کا ذکر نہیں) اس کا سوتا خشک نہ ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور یہ ان کا ایسا حال اور واقعہ ہے جس کے لئے کسی تصنع اور تکلف کی ضرورت نہیں۔

یہ یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں یا ان کی تقریر سننے والوں کو اس طرح متاثر کرتا کہ بعض وقت ان کے مضامین اور ان کی تقریریں پوری طرح نہ سمجھنے اور ذوق و طرز بیان کے اختلاف کے باوجود وہ اس گرمی اور حرارت کو اپنے سینہ میں منتقل ہوتے ہوئے محسوس کرتے تھے یا کم از کم اتنا ضرور سمجھ لیتے تھے کہ اس شخص کو یقین کی جو دولت حاصل ہے وہ کم لوگوں کے پاس ہے۔ نجی بات چیت ہو یا عمومی ایک لاکھ کا مجمع ہو یا ایک سو کا مولانا ہمیشہ یکساں طرز اور یکساں قوت کے ساتھ بات کرتے تھے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے موضوع سے نہ ہٹتے تھے وہ باتیں جو اس مادیت کے دور میں نامانوس ہیں اور جن سے اچھے اچھے علماء اور دینی رہنما مصلحت کے خیال سے یا زمانہ کے رجحان سے مجبور ہو کر یا انسان کی مادی ترقی سے مسحور ہو کر پرہیز کرنے لگے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا ذکر ان کی تحریروں اور تقریروں میں کم سے کم آئے اور زیادہ زور مسلمانوں کے سیاسی و معاشی مسائل اور اسلام کے جمہوری تمدنی مسائل پر دیا جائے اور اس کو محض ایک سیاسی تحریک، ایک معاشرتی نظام، ایک اقتصادی تنظیم اور ایک تمدنی ارتقاء کے طور پر پیش کیا جائے وہ باتیں مولانا بلا کسی جھجک کے اور بغیر کسی معذرت کے اپنی پوری قوت کے ساتھ پیش کرتے تھے بلکہ یہی ان کی ہر گفتگو اور تقریر کا محور ہوتا آخرت پر یقین، خدا کے وعدہ پر اعتماد، توکل، جنت کا تذکرہ اہل جہنم کے واقعات غیبی حقائق اور انسان کی روح کی اہمیت، مادیت کا انکار، دنیا اور آخرت کا مقابلہ اور رسول اللہ وصحابہ کرامؓ کی زندگی اور ان کی مثالیں اور نبوتی دعوت کی طاقت اور اس کی تاثیر و تسخیر، یقین کی اہمیت اور اس کے محیر العقول واقعات یہ چیزیں تھیں جن پر مولانا کی تقریر مشتمل ہوتی تھی لیکن اس عقل پرست بلکہ ہوس پرست عہد میں اور اس بدلے ہوئے ذوق و رجحان کے باوجود ان کی

آج وہ آب حیات جاودانی چھپ گیا

آسمان رشد و حکمت کا درخشاں آفتاب
دور حاضر کا وہ یوسفؑ بے مثال ولاجواب
تھا وہاں تشنگان دین کی خاطر جو آب
آج وہ آب حیات جاودانی چھپ گیا
گلستان دین و ملت کا گلاب خوشترین
محفل عشاق دیں کا عشوہ پرور نازنیں
مصلح اہل جہاں و واعظ دین مبیں
گویا خضر راہ تھا وہ خضر ثانی چھپ گیا

یہ باتیں ہر طبقہ اور ہر حلقہ کو کسی نہ کسی پہلو سے ضرور متاثر کرتی تھیں اور اس کا سب سے بڑا راز مولانا کی قلبی قوت اور یقین کی طاقت کی تھی جو ان کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور یہ شاداں عقل اور گرفتاران نفس کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔

اس کے ساتھ دوران گفتگو اور دوران تقریر میں ایسے معانی کا ورود ہوتا جس کو آورد اور تکلف یا نکتہ آفرینی سے کوئی علاقہ نہ تھا بلکہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور طاقت ان سے یہ مضامین اور حقائق و معارف کہلوا رہی ہے وہ صرف اس کے ناقل ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

مولانا کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ ایمان و یقین کے بغیر امت محمدیؐ میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کے بغیر کوئی کوشش کی گئی تو وہ اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج اور اس کی تاریخ و تجربہ کے خلاف ہو گی۔ جس کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان ہی کے سہارے یہ امت آگے بڑھی اور بحر و بر پر چھا گئی۔ اور ایمان ہی کے کمزور ہونے اور خدا سے رشتہ منقطع ہونے کے بعد اس کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس کو اپنی پناہ گاہوں میں واپس جانا پڑا۔ خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی۔

مولانا کی دوسری اہم خصوصیت دعوت میں انہماک کامل بلکہ فنائیت تامہ ہے اور یہ دراصل اسی پہلی خصوصیت کا پرتو اور عکس ہے۔ اس یقین نے مولانا کو اس درجہ بے چین مضطرب اور سیماب وش بنا دیا تھا کہ ان کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا اور اس یقین کی اشاعت اور تبلیغ و دعوت ان کے لئے اتنی ہی ضروری ہو گئی تھی جیسے انسان کے لئے غذا اور ہوا، ان کی پوری زندگی اسی دعوت سے عبارت تھی اور وہ اسی کے سہارے جی رہے تھے۔ رات کے ایک مختصر وقفہ اور مختصر قیلولہ کے سوا ان کا سارا وقت اسی فکر اور اسی تڑپ میں گزرتا تھا۔ جماعتوں کی تشکیل، وفود سے ملاقات، ان کی رخصتی کی دعا۔ دعوت کی حقیقت اور اس کے شرائط و آداب اور ایمان و یقین پر مسلسل تقریریں درس حدیث اور مسلسل گفتگو اور مشورے یہ ان کے شب و روز کا معمول تھا۔ دیر رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ جہاں کچھ نئے لوگ آ جاتے بس بہار آ جاتی، مولانا چاہتے کہ اپنے سینہ کی ساری قوت اور اپنے دل کا سارا درد کھینچ کر ان کے سامنے رکھ دیں۔ کام کی نوعیت کی وجہ سے آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا اس لئے مولانا کی گفتگو برابر جاری رہتی۔ تقریروں کے بعد مولانا بڑے اہتمام اور درد و سوز سے طویل دعا کرتے اور سننے والوں کی آنکھیں نم اور دل گرم ہو جاتے۔ بعض شدت اثر یا فرط ندامت سے بے ساختہ رو پڑتے اور آنکھوں کو غسل صحت دیتے، یہ دعائیں اپنی تاثیر و قوت کے لحاظ سے اور مانگنے والے کے خلوص و یقین، دل شکستگی اور شان بندگی اور بے کسی و بے چارگی ساتھ ناز و اعتماد کی وجہ سے تقریروں سے کسی طرح کم نہ تھیں اور بہت سے لوگ جو بعض وقت مشغولیت کی وجہ سے ان تقریروں سے محروم ہو جاتے اس دعا کو غنیمت اور حاصل تقریر اور اپنی آمد کا سب سے بڑا فائدہ سمجھتے۔

مولانا ان جلسوں کو بالکل لاحاصل سمجھتے تھے جن کے بعد عمل کا کوئی قدم آگے نہ بڑھے۔ تبلیغ کے جلسوں میں بھی جہاں انہیں بلایا جاتا وہ پہلے سے وعدہ لے لیتے کہ تمہیں اتنے

آدمی دینے ہوں گے یا اتنی جماعتیں نکالنی ہونگی شب و روز کے ان معمولات کے علاوہ اسفار اور دوروں کی ایک مسلسل زنجیر تھی جو ختم ہونے کو نہ آتی تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت ان ہی سفروں کی بدولت قائم ہے اور اس کی زندگی اور قوت کا راز اسی میں مضمر ہے اس لئے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کے دوروں کا کیا حال ہو گا۔ جہاں مولانا تشریف لے جاتے وہاں پہلے سے بہت اہتمام کیا جاتا اور ہزاروں لاکھوں افراد ذوق و شوق سے جلسوں میں شریک ہوتے اور مولانا کی طویل تقریریں سنتے سینکڑوں جماعتیں باہر نکلتیں اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی جاتیں۔

مولانا اگر کسی کام کے آدمی کو دیکھ لیتے اور اس کی کوئی صلاحیت ان کے علم میں آتی تو وہ بے چین ہو جاتے کہ کس طرح اس کو تبلیغ کی طرف متوجہ کر لیں۔ اچھی انگریزی جانتا ہوتا تو چاہتے کہ کسی طرح وہ تبلیغ میں لگ جائے اور اس کو یورپ کے کسی ملک یا امریکہ بھیج دیں۔ اچھی عربی جانتا ہوتا تو چاہتے عرب ممالک میں تبلیغ کے لئے بھیج دیں اسی طرح انتظامی صلاحیت اور عقل و فراست جس میں جو بھی خوبی ہوتی مولانا دیکھ کر بے چین ہو جاتے کہ یہ دین کے کام کیوں نہیں آ رہی ہے۔

مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت اور ان کی عظمت کا راز یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ و رسول پر دل و جان سے قربان ہونا کس کو کہتے ہیں۔ اس کے راستہ میں اپنے کو مٹانے اور مٹا مٹا کر خوش ہونے میں کیا لذت ہے وہ کیا "بات ہے"، جو جب کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کو یکسر بدل کر رکھ دیتی ہے۔ پھر اس راہ کا گرد و غبار اس کو نسیم سحری سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ راستے کے کانٹے مہکتے ہوئے پھول بن جاتے اور لذت کے تھپیڑے اپنے ساتھ "بوئے دوست" لاتے ہیں۔ پھر آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اور اس کو صرف ایک بات یاد رہتی ہے اور اس میں وہ اس طرح مست و سرشار رہتا ہے کہ پھر کوئی فانی لذت، عارضی دولت اور وقتی منفعت اس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔

کسی طرح اس کی فکریں ایک فکر میں سمٹ کر رہ جاتی ہیں اور نگاہیں ہر طرف سے ہٹ کر ایک "رخ زیبا" پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ کس طرح اس کا سینہ حسد سے، عداوت سے تکبر سے، انانیت سے، خود غرضی سے اور تمام رذائل سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس کو کسی اور طرف رخ کرنے کی فرصت ہی باقی نہیں رہتی، کسی طرح وہ اپنے وجود اپنے جسم اپنے دل، اپنی نگاہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنے اہل و عیال سب کے ساتھ پروانہ کی بے تابی لئے ہوئے اور بلا کسی ملامت کی پرواہ کئے ہوئے اپنے محبوب و مطلوب پر نثار ہو جاتا ہے۔

اللہ کے اس بندے پر مرض کا حملہ بھی اس حالت میں ہوا کہ وہ تقریر کر رہا تھا اور انتقال کے بعد یہ شان تھی کہ جنازہ تیار ہے اور جماعتوں کی تشکیل بھی ہو رہی ہے اور ہدایات بھی دی جا رہی ہیں فضا غم سے بوجھل ہے لیکن دین کے قافلے پُرعزم قدموں کے ساتھ اپنے راستے پر رواں دواں ہیں اور وہ کام جس کے راستہ میں اس نے جان دے دی اسی قوت لیکن سکون اور خاموشی کے ساتھ جاری ہے۔ محبت کے دعویداروں اور اس "جنس نایاب"، کے خریداروں کے لئے مولانا کی زندگی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں وہ عشق کی بولتی ہوئی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ اور اپنے "سفر جنوں"، کے لئے سامان نشاط فراہم کر سکتے ہیں۔ ے

پروانہ کا حال اس محفل میں ہے قابل رشک اے اہل نظر
اک رات میں یہ پیدا بھی ہوا عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

بقیہ: صفحہ ۲۴ مولانا محمد یوسف رح

بقیہ: صفحہ ۲۴

کو بھی فروغ ہوا۔ اردو ادب کی تاریخ لکھنے والوں کو مولانا کی اُردو خدمات کو سنہری حروف میں لکھنا چاہیئے۔

یہ اور دیگر اخلاقی، فقہی، دینی، روحانی اور انسانی خوبیوں اور صلاحیتوں کی وجہ سے مولانا اپنی مختصر سی عمر میں علمار مشائخ کے مرجع اور عامۃ الناس کے حضرت جی ہو گئے اتنی کم عمر میں سوائے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے شاید ہی کوئی داعی اور مصلح مقبولیت عامہ حاصل کر سکا ہوگا۔ ۲۸ سال کی عمر میں مولانا اپنے والد گرامی منزلت رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہوئے۔ اس سے قبل ان کو سوائے صاحبزادہ ہونے کی ذرا بھی شہرت حاصل نہ تھی۔ مگر مسلسل محنت، مسلسل مجاہدے اور مسلسل ذکر و فکر کے سبب سے ۳۰ سال کی عمر تک پہنچتے ہی وہ شہرت کے پروں پر اونچے اُڑنے شروع ہو گئے تاآنکہ ان کی پرواز اونچی اور بہت اونچی ہو گئی۔ ع

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

بقیہ:- زمیں کھا گئی آسماں

بقیہ:-

۱- خدا پر بھروسہ۔ یہی ہر مشکل سے مشکل کام کی کلید ہے

۲- حسنِ اخلاق۔ اس سے نہ صرف تبلیغ مؤثر بن سکتی ہے بلکہ عوام کے لئے مبلغ کی شخصیت بھی پرکشش بن جاتی ہے۔ دراصل اخلاق حسنہ ہی وہ تلوار ہے جس سے خواص و عوام کے قلوب کو فتح کیا جا سکتا ہے۔ اسلام بھی ہمیں تبلیغ میں اس اصل کی پابندی کی دعوت دیتا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے مصرح ہے

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

۳- بے لوث خدمتِ خلق کا جذبہ۔ عام طور پر مقررین حضرات عوام کے لئے بار ثابت ہوتے ہیں (جیسا کہ علماء سوء کا دستور ہے) اس سے عوام کے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ مقررین کا ذریعہ معاش ہی تقریریں ہیں۔ وعظ و نصیحت معاشی بحران کو دور کرنے کے لئے نہ ہو بلکہ فریضۂ تبلیغ سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہو۔ یہ زریں اصولِ تبلیغ میں سے چند ایک "مشتے نمونہ از خروارے" ہیں۔ اصول تبلیغ کی پابندی ہی کی وجہ سے تبلیغی جماعت اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک مقبول خاص و عام ہے بخلاف اس کے تنگ ظرفی، سخت دلی، عملی کمزوری، یہ ایسے روگ ہیں کہ ان کی موجودگی میں عوام مبلغ کے ارشادات سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔ کما ورد فی القران

لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

ترجمہ۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ترشرو سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے غرض مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ نہایت ہی کامیاب طریقہ ہے۔ اس سے بے شمار بھولے بھٹکے انسانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا فیض یاب ہو رہے ہیں۔ خدا کرے یہ شجرۂ طیبہ پھیلتا ہی جائے۔ اور حضرت جی رح کی وفات سے متاثر ہو کر پژمردہ نہ ہو بلکہ پہلے سے زیادہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو اور اطراف عالم میں پھیلتا ہی جائے حتیٰ کہ اُفقِ آسماں سے اس کی شاخیں ٹکرانے لگیں۔

اللہ تعالیٰ اس شجرہ طیبہ کے لگانے بڑھانے والوں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

سقی اللہ ثراھما وجعل الجنۃ مثواھما

آمین ثم آمین۔

مولانا محمد یوسف

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ وجزاہ عنا وعن سائر الامۃ المحمدیہ بخیر الجزاء

ع ایک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

مولانا فضل محمد صاحب مدرسہ اشرف العلوم قصور

بدقسمتی سے اس گنہگار کو حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے اور آپ کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا اتفاق بہت کم ہوا ہے۔ مختلف تبلیغی اجتماعات خصوصاً رائے ونڈ کے سالانہ اجتماعات میں ان کے ارشادات سُنے ہیں۔ زیارت کی ہے ــــ مختصر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت جی کی قابلِ فخر ہستی اور جاذب و مقتدر شخصیت کے متعلق میری معلومات صفر اور میرا اندازہ بالکل سطحی اور سرسری ہوگا۔ اس کے باوجود میری دلی خواہش ہے کہ اپنے تاثرات حضرت جی کے متعلق عرض کروں کہ ؎

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

اوقات میں برکت

بچپن میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ حقتعالیٰ اہل اللہ کے اوقات میں برکت عطا فرما دیتے ہیں اور یہ حضرات مختصر اوقات میں اتنے کام سرانجام دے جاتے ہیں کہ عامۃ الناس کی ایک جماعت سے بھی اتنے کاموں کا انجام پذیر ہونا دشوار نظر آتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے نماز عصر اور مغرب کے درمیان پورا قرآن مجید سنایا تھا۔ ہمارے اکابر کی خدمات دینیہ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے ان کے اوقات میں برکات کثیرہ عطا فرمائی تھیں کہ بہت قلیل وقت میں کثیر اور بیش بہا خدمات انجام دے گئے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصانیف دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید پوری عمر تصنیف و تالیف میں ہی بسر فرما دی ہوگی۔ مطبوعہ وعظ دیکھ کر خیال گذرتا ہے کہ اکثر مواعظ ہی کا شغل ہوگا مگر جن خوش نصیب حضرات کو حضرت حکیم الامت رحمہم اللہ کے معمولات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ آپ نے تصنیف و تالیف کے لئے اپنے اوقات کا ایک قلیل حصّہ مقرر فرما رکھا تھا۔ اور وہ بھی ہمیشہ نہیں۔ مدتوں حضرت نے تعلیم و تدریس کا شغل رکھا ہے۔ فتاویٰ لکھے ہیں۔ متوسلین اور متعلقین کے خطوط کا روزانہ جواب لکھنا۔ ظہر سے عصر تک خواص اور عوام کی مجلس، اپنے اوراد و وظائف خانگی امور کا انتظام غرض سب کچھ کیا ہے۔ اس کے باوجود حضرت کی تصانیف تیرہ چودہ صد ہیں۔ جن میں تفسیر بیان القرآن۔ فتاویٰ امدادیہ۔ بہشتی زیور وغیرہ ضخیم کتابیں ہیں۔

حضرت جی کے اوقات میں برکت

انہی برکات میں سے حق تعالیٰ نے حضرت جی کو بھی وافر حصّہ عطا فرمایا تھا مولینا محمد یوسف رحمہ اللہ کی تبلیغی مصروفیات کو دیکھ کر تصوّر میں بھی نہیں آتا تھا کہ آپ تدریسی اور تعلیمی خدمات بھی انجام دیتے ہوں گے۔ میں حیران رہ گیا تھا جب مجھے معلوم ہوا تھا۔ کہ مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں حضرت جی ہی شیخ الحدیث ہیں اور کتب حدیث کا درس خود ہی دیتے ہیں۔ اور پھر یہ حیرت حد سے گذر گئی تھی جب ہم نے سنا تھا کہ طحاوی شریف کی مبسوط شرح حضرت نے لکھی ہے حیوٰۃ صحابہ کی ضخیم جلدیں حضرت ہی کی تالیف ہیں۔

جس انسان نے محنت و کوشش سے ہزاروں اشخاص کو عبادت و ریاضت کی راہ پر ڈال دیا ہو۔ جس نے ذکر اللہ کی لذت و حلاوت سے لاکھوں انسانوں کو آشنا کر دیا ہو خود اپنے لئے وہ کیا کچھ نہ کرتے ہونگے جس خاندان کی پردہ نشین خواتین کی تلاوت اور درود شریف، استغفار اور تکبیر و تہلیل کی تسبیحات عامل مردوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں۔ اسی باعظمت خاندان کے ایک ممتاز رکن کے معمولات کا اندازہ کون کرے مختصر سی زندگی میں حضرت کی ان حیرت افزا خدمات دینیہ کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آ جاتا ہے ؎

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِي وَاحِدٍ

تقریر

الحمد للہ میں نے اکابر علماء کی تقاریر سنی ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی برکات و فیوضات قائم رکھے۔ ایسے ایسے اکابر کے ارشاداتِ گرامی سننے اور ان سے مستفید ہونے کی حق تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے جو امتِ مرحومہ کی محبوب ترین متاع تھے ہزاروں انسان ان کی برکت سے گمراہی کی ذلّت کے گڑھوں سے نکل کر بامِ عروج ہدایت پر پہنچے۔ حق تعالیٰ انہیں نیک تر جزاؤں سے نوازیں۔ حضرت جی کی تقریر کو اگر من حیث التقریر فن تقریر کے معیار پر پرکھا جائے تو ممکن ہے بہتیرے مقررین کا درجہ فنی حیثیت سے ان سے زائد ہو۔ مگر حضرت جی مرحوم کی تقریر میں بعض روحانی خصوصیات تھیں جنہیں تقریر کی روح کہنا چاہئے۔

بعض خصوصیات

۱۔ علمی مضامین علمی رنگ میں ہی بیان فرماتے تھے۔ مگر بالکل اَن پڑھ اور جاہل حضرات بھی بے تکلّف سمجھتے تھے اور متاثر ہوتے تھے۔ کیا یہ حق تعالیٰ کا خصوصی انعام اور آپ کا روحانی تصرف نہ تھا ہمارے اکثر اکابر میں یہ خصوصیت موجود تھی۔

۲۔ بیان سے ایمان و یقین کی پختگی اور مضبوطی صاف طور پر مترشح ہوتی تھی۔ بلکہ پھوٹ پھوٹ پڑتی تھی۔ اور صاحب بصیرت سامع اس حقیقت کو سمجھنے پر مجبور ہوجاتا تھا کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے اور کہا نہیں بلکہ کہلایا جارہا ہے اور کوئی اور ہی قوت ان کی زبان کو عوام الناس کے وسیع مفادات کے لئے حرکت میں لا رہی ہے

۳۔ مضمون توحید باری عز اسمہ جو آپ کی

تقاریر کا مرکزی نقطہ تھا۔جب بھی بیان فرماتے نیا انداز ہوتا۔اور نیا اسلوب بیان۔مقرر کی زبان سے ہدایت کا آبحیات تھا جو سامعین کے کانوں کی راہ قلوب میں انڈیلا جاتا تھا۔سامعین کے سامنے اس حقیقت کو قلبی اذعان و یقین کے ساتھ بار بار دہرایا جاتا تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے حق تعالےٰ ہی کے تصرف سے ہوتا ہے۔اور کسی سے کچھ نہیں ہوتا۔اور سامعین گویا اپنی قلبی بصیرت سے اس کا مشاہدہ کرتے تھے۔میرا اپنا احساس حضرت جی کی تقریر سے یہ ہوتا تھا۔کہ یقیناً اس مردِ باخدا کے نزدیک دنیا بے حقیقت ہے اور ان کے حق آگاہ قلب میں دنیوی جاہ و جلال اور مال و اموال کی ایک ذرہ برابر وقعت نہیں۔ان کا دل صرف اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جذبۂ اطاعت سے لبریز ہے اور تقریر کے دوران وہی جذبات چھلک کر سامعین کے قلوب کو بھی سیراب کرتے ہیں۔

دینی تڑپ

حق تعالےٰ شانہٗ جب کسی خوش بخت انسان کو اپنی محبت کی دولت سے مالامال فرماتے ہیں تو نہ صرف اسے جذباتِ اطاعت کی فراوانی سے نوازتے ہیں۔بلکہ اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایسی لگن اور تڑپ عنایت کرتے ہیں۔کہ وہ اپنے تمام بنی نوع کو اسی جذبہ سے سرشار کرنا چاہتا ہے اور انہیں اپنی اس دولت میں شریک کرنے کا انتہائی خواہش مند ہوتا ہے یہ لگن اسے کسی وقت چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔اسی پاک مقصد کے لئے وہ اپنی تمام سعی و کوشش بروئے کار لاتا ہے۔رات دن اسی محنت میں لگا رہتا ہے آرام و راحت سے دور بھاگتا ہے نہ اسے اپنی صحت کا خیال رہتا ہے نہ مال کی پروا۔اسی دھن میں اگر اسے وطن سے بے وطن ہونا پڑے تو دریغ نہیں کرتا۔اہل و عیال اور متعلقین سے ہی نہیں اسے تمام مخلوق سے بے حد محبت ہوتی ہے۔وہ ان کی خیرخواہی میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی اسی نہج پر گذری ہے اور تاریخ و سیر کی بے بخل روایات اس کی شاہد عدل ہیں۔میں نے بارہا اس حقیقت کو قلبی یقین سے محسوس کیا کہ جس مرد مجاہد کو لوگ حضرت جی کے پیارے لقب سے ملقب کرتے ہیں انہیں اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان و یقین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی دینی لگن اور تبلیغی فریفتگی سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔دین نبوی کی اشاعت کے ذوق و شوق میں نہ انہیں اپنی صحت کی پروا تھی نہ آرام و راحت کا دھیان۔ایک تڑپ تھی ایک سوزش اور جلن تھی جو انہیں ہر لمحہ اور ہر آن بےقرار اور مضطرب رکھتی تھی۔یہی قلبی جلن اور اضطراب انہیں ایک جگہ بیٹھ کر دینی خدمات دینے کے بجائے شہر بشہر اور دہ بدہ بلکہ ملک بملک لئے پھرتا ہے۔

ایک واقعہ

رائے ونڈ میں اجتماع تھا۔مولانا عبیداللہ صاحب بھی حضرت کے ہمراہ ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے تھے۔حضرت جی نے نماز فجر کے بعد ایک طویل خطاب سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ میں تشریف فرما تھے بندہ اور بعض احباب مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے۔مصافحہ کے بعد کچھ ارشاد فرماتے رہے۔اور مولانا عبیداللہ صاحب سے فرمایا۔کہ آپ علمار کے مجمع میں خطاب فرماویں اور خود حضرت جی میواتی حضرات کے مجمع میں تشریف لے گئے اور ان سے خطاب فرمایا۔

مولانا عبیداللہ صاحب نے علماء سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا۔آپ انہیں (یعنی حضرت مولانا محمد یوسف کو) دیکھ رہے ہیں۔رات بھی چار گھنٹے بیان ہوا۔پھر صبح ایک طویل تقریر فرمائی ہے۔اس کے بعد بھی آرام نہیں فرمایا۔آنے والے احباب سے کچھ نہ کچھ فرماتے ہی رہے ہیں۔اور اب میواتی حضرات سے خطاب فرما رہے ہیں۔کیا کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ یہ شخص جو اس قدر محنت اور مشقت کر رہا ہے اس کے جسم سے بواسیر کے باعث آج ہی کی رات میں سیر سوا سیر خون جا چکا ہے۔کوئی شخص کتنا بھی تنومند اور قوی ہیکل کیوں نہ ہو مضبوط قویٰ کا مالک، حوصلہ مند اور باہمت بھی ہو۔اتنی مقدار میں جسم سے خون کا بہ جانا اسے بستر پہ لٹا دیتا ہے نقاہت اور کمزوری اسے خاموشی پر مجبور کر دیتی ہے مگر خدا جانے ان کے دل میں دین کے لئے کتنی تڑپ کتنی بیقراری اور اضطراب بھر دیا گیا ہے کہ وہ اس بات سے بے نیاز ہو کر کہ میری تکلیف اور مرض لگاتار محنت سے کس قدر بڑھ چکی ہے۔اپنے نصب العین کی تکمیل میں پوری تندہی سے مصروف ہے۔حتیٰ کہ اپنی تکلیف کا اظہار بھی مناسب نہیں سمجھتا۔وفات سے قبل بھی حضرت جی کو جو تکلیف رہی ہے اس کی شدت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔مگر اسی بیماری میں سفر بھی فرمایا، بیانات بھی فرمائے حتیٰ کہ مرد مجاہد اسی دھن میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا۔جہاں لاخوف علیھم ولاھم یحزنون اور ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون وغیرہ بشارات سے سرفراز ہوں گے۔ ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

عاجز اور محتاج انسانوں کا سہارا دعا ہے جو عبادت کا مغز ہے۔اس کے آداب و طرق احادیث میں بسط سے بیان فرمائے گئے ہیں۔مگر عملی زندگی میں دعا مانگتے میں حضرت جی کو دیکھا ہے۔بعض اوقات زبان مبارک سے ایک دو دعائیہ جملے بھی نہیں نکل پاتے تھے کہ آپ کی معیت میں ہاتھ اٹھانے والے کے دل دوز نالے اور چیخیں دور دور تک سنائی دیتی تھیں۔آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں۔ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

حق تعالےٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات اور اعلیٰ درجات پر فائز فرماوے۔اور ہم مساکین کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرماوے۔آمین ثم آمین!

مُغیبات والا موت سے نہیں ڈرتا

مُشاہدات والا موت سے ڈرتا ہے

از: عبید اللہ صاحب مدیر مدرسۃ البنات جناح چوک کراچی ۳

"ایک زندگی آخرت پر اٹھائی جاتی ہے، اور ایک زندگی دنیا پہ اٹھائی جاتی ہے
مشاہدات پر محنت بزدلی لاتی ہے، مغیبات پر محنت شجاعت پیدا کرتی ہے
مغیبات والا موت سے نہیں ڈرتا، مشاہدات والا موت سے ڈرتا ہے
اسے نقشہ مٹتا نظر آتا ہے اور دوسرے کو نقشہ بنتا نظر آتا ہے"

راقم الحروف بستی حضرت نظام الدینؒ دہلی میں تھا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا۔ بظاہر یہ الفاظ کی ایک صورت ہے لیکن تاثر کس قدر گہرا ہے؟

کارِ نبوت کے اسرار ان پر اس طرح منکشف ہوئے تھے کہ سسکتی ہوئی انسانیت پر رُشد و ہدایت کے دروازے کھل گئے۔ لوگ عالم کی اصلاح مادیت کی بنیادوں پر تلاش کرتے ہیں۔ لیکن ان کا اعلان یہ تھا دین کی محنت و عبادت سے جب اعمال کے اندر روحانی قدریں پیدا ہوتی ہیں تو امن و عافیت کی فضائیں پیدا ہوتی ہیں۔ عالم کا امن و سکون اُس وقت چھن جاتا ہے جب مادی افکار کی کارفرمائی ہوتی ہے۔

وراثتِ کاملہ نبوت کا فیضان بھی عجیب فیضان تھا خطہ میوات میں کیا دینی انقلاب آیا۔ کہ ان پر عطایا و بخشش کے دروازے کھل گئے۔ آسمان سے رحمتوں کا نزول ہونے لگا۔ زمین خوف و خون کی جگہ امن و حفظ کا مسکن بن گئی۔ زمین پر انسانوں کی جگہ اب فرشتے چل پھر رہے تھے۔

دنیا والے تہذیب و تمدن کی کئی مثالیں پیش کریں گے، بہتر سے بہتر علوم و فنون کا اظہار ہوگا لیکن دنیا ایسے انسان دکھلانا چاہے تو نہیں دکھلا سکتی۔ یورپ کے عقائد و اعمال سے مادیت کی ترقی یافتہ صورتیں وجود میں آتی رہیں گی۔ لیکن انسانیت کی ترقی یافتہ شکلیں معدوم رہیں گی۔

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ و حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق دعوت کو تشبیہ بالانبیاء کا مقام عطا ہوا تھا۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام نے انسانوں پر محنت کی تھی۔ اسی طرح ان حضرات نے اپنی محنت کا موضوع انسانوں کو قرار دیا۔ انسانیت پر محنت کرتے ہوئے اور دوسروں کو اس محنت پر ڈالتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جعلنا اللہ الکذیم منھم ان کی والدہ ماجدہ کے صبر و استقامت کا کیا مقام تھا جنازہ حضرت نظام الدینؒ دہلی پہنچا۔ آخری بار چہرہ دیکھنے تشریف لائیں سکون و وقار کے ساتھ فرماتی ہیں "بیٹا یوسف! دین کے لئے بہت محنت کی ہے اب آرام سے سو جاؤ۔"

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز قوت و نفوذ کے ساتھ اس طرح بلند ہوئی کہ انسانوں کی آبادیاں حرکت میں آ گئیں شک و ظلمت کی جگہ علوم سماویہ و نبویہ کے یقین کا دروازہ نوعِ انسانی پر کھل گیا اب دعوت خطۂ میوات سے اُٹھ کر دور ملکوں میں پہنچنے لگی۔ دنیا ایک مرتبہ پھر سلف صالحین کے نمونے دیکھنے لگی جو امت نے کسی وقت دیکھے تھے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ کی صدا بھی عجیب صدا تھی۔ دین کے لئے جان دینے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اسلام کی ابتدا غربت یعنی پردیس سے ہوئی۔ اور پھر اس پر پردیس کی حالت آئے گی فرمایا فطوبیٰ للغرباء پردیس اختیار کرنے والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ غربت کے ان ایام میں اس راہ دعوت میں پھرنے والوں کا عجیب حال تھا اعضاء مضمحل، چلنے سے قاصر، کوہستانی علاقہ کی دشوار چڑھائی، بخار تیز، جماعت کہہ رہی ہے کہ آپ یہیں ٹھہر جائیں۔ کہا۔ مجھے جماعت کی برکات سے محروم نہ کرو، اس راستے کے انوارات حاصل کرنے دو، اُس اجر کا کیا اندازہ جو اس راہ میں ملنے والا ہے۔ یہ میوات کے میاں جی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کا پیدل حج کی جماعت میں بندرگاہ گوادر میں انتقال ہوا۔

اے گوادر کی سرزمین گواہ رہ! کہ صدیاں گذرنے کے بعد آج پھر یہ نعمت تیرے حصّہ میں آئی ہے۔ گواہ رہ کہ تیرے جوار میں دین مصطفوی کا ایک مسافر مدفون ہوتا ہے۔

عزیز فرزندؒ کا انتقال اس راہِ دعوت میں بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی ہوا۔ تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ پر عجیب خط تحریر فرمایا۔ اقتباس ملاحظہ ہو:-

> حق تعالےٰ شانہٗ فاروق مرحوم کی اپنی راہ میں جان دینے کو پوری طرح قبول فرما کر بے انتہا اجور و درجات سے نوازیں اور پورے عالم میں دین کی سرسبزی کا ذریعہ بنائیں اللّٰھم آمین! یہ دنیا تو عارضی جگہ ہے یہاں کی ہر حالت فانی ہے وصل بھی وقتی ہے اور فراق بھی وقتی۔ سو اگر وقتی فراق کو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ رب العزّت کے اجور و درجات کا یقین کر کے گذار دیا جائے تو اللہ رب العزّت کی رضا و نجات و مغفرت اور عطائے جنت کے ساتھ جانے والا بھی دوبارہ مل جائے پھر اگر اس فراق میں نسبت اُن کے راستے سی آ جائے تو معلوم نہیں اس نسبت پر والدین کے لئے کتنی زیادہ ترقیات اور اجور و درجات کا ذریعہ بنے۔ حق تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کو بہت ہی بڑی دولت سے نوازا۔ کہ دین کی اس غربت و کس مپرسی کے دور میں اس کی حیات و سرسبزی کے لئے جان کھپاتے ہوئے اور ملکوں میں پھرتے ہوئے جان دینے کی نسبت عطا فرما کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے ساتھ مشابہت کی ایک جھلک عطا فرما دی جو آپ ہی کے لئے نہیں

بلکہ نہ معلوم کتنے انسانوں کے لئے ہدایت کے دروازے کھلنے، انعاماتِ ابدی کے ملنے کا ذریعہ بنے۔ جانے والے نے رہنے والوں کو اس راہ میں مرمٹنے کا سبق دیا ہے۔ اور انتہائی مسرتوں کے ساتھ وقعت و رغبت و شوق کے ساتھ اپنی جان اللہ کے راستے میں دے دی۔ اور آخر وقت تک دین کی زندگی کے لئے جان کھپانے اور عالم میں پھرنے اور محنت کرنے کے لئے تاکید کی۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اس وصیّت کی تعمیل میں آپ کا گھر اور متعلقین پیش پیش ہوں۔ اور جانے والے کو اس کے اجور و درجات آپ کی طرف سے تحفہ پیش ہوتے رہیں۔"

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ

صحابہؓ کی متشابہت میں جان دینے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت کا کیا مقام عطا ہوا۔ احادیث مبارکہ نے مبشرات کی صورت اختیار کی۔ عزیزؒ کی والدہ نے کیا ہی عجیب خواب دیکھا۔ بیان کیا:۔

"ایک وسیع مکان ہے ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے ہیں۔ مَیں مہمانوں کے لئے چیزیں تیار کر رہی ہوں۔ اور فاروق عزیزؒ وہ چیزیں اس کمرے میں لے جا رہے ہیں۔ جہاں مہمان تشریف فرما ہیں۔ کمرے میں کہا۔ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کیساتھ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور اس ناکارہ کا نام لیا فارغ ہونے کے بعد کہا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ایک سمت کو چل دئے۔ میں بڑے ہی شوق سے حضور صلعم کو دیکھتی رہی آپ کے پیچھے پیچھے عزیز فاروقؒ تیزی کے ساتھ جا رہے تھے حتیٰ کہ مَیں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور میرے بیٹے کے درمیان ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ اس کام کے کرنے والوں کے درمیان اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہوگا۔ (حدیث شریف) فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضرت مولینا محمد یوسف صاحبؒ باہر تشریف لائے میں پردہ کر کے بیٹھی تھی۔ میری پشت کی جانب کھڑے ہو کر نہایت عمدہ کلمات بیان فرماتے رہے جو یاد نہیں رہے۔"

حضرت جیؒ اپنے گرامی نامے میں اس خواب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

۳۰ رجب ۸۴ھ بستی حضرت سلطانی دہلی کاشف العلوم

محترم بندہ! بشرنا اللہ وایاکم بماعندہ من النعم وحفظنا عماعندہ من النعم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپنے بندوں کے دل تھامنے اور تسلّی دینے کے لئے اللہ رب العزّت گاہے گاہے بشارتوں کی صورت اختیار فرماتے ہیں۔ رویا صالحہ مبشرات میں سے ہیں۔ فاروق عزیزؒ کی مغفرت اور درجات کی بشارت پر مشتمل ہیں نیز ادھر بھی اشارہ ہے کہ یہ مبارک عمل جس میں عزیز فاروقؒ کی جان قبول ہوئی، وہ نبیوں والا عمل ہے۔ اس میں آپ جیسوں کا انہاک اور بھرپور اشتغال، عالمگیر اثرات اور اقوام میں تغیّر پیدا کر کے بے انتہا برکات کا موجب ہوگا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف لائے اور اپنا سب کچھ اس کام پر لگا دیا۔ بیوی، بچہ، مکان، وطن، قوم، برادری، معبد سب ہی کو حیاتِ طیبہ، نجاتِ آخرت، شیوعِ راہِ حق کے لئے فدا فرمایا۔ اس کام میں انہاک اور اصحاب مشاغل کو اس طرف توجہ دلانے کی جتنی محنت بڑھے گی نمعلوم کتنی مبشرات، مذکرات و ترقیات نصیب ہوں گی رجال میں رجال اور نساء میں نساء کی محنت و مشقت اٹھانے کی بے انتہا ضرورت ہے۔

لاَن یھدی اللہ بک رجلاً واحداً۔ الخ

مشاہدات پر زندگی اٹھانے والے کدھر جا رہے ہیں کیا ان بازاروں اور مکانوں میں غفلت کی نیند سونے والوں نے پچھلے بازاروں اور مکانوں کی تحقیق کر لی ہے کہ کہیں کہیں کھنڈر باقی ہیں۔

بقیہ: حضرت جیؒ کے اوصاف

اللہ ربّ العزّت اپنے لطف وکرم سے نصیب فرما دیں تو پھر اس کا وہی علاج ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و رضاہٗ نے کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کا ساتھ دیا۔

بہرحال جو شخص جتنے مقام و منصب کا ہوتا ہے اس کی جدائی اسی کے درجہ کے مطابق مصیبت بنتی ہے اور حق تعالیٰ جلّ وعلا مجدہٗ کی طرف سے اس مصیبت کا استقبال اُس کی شان کے مطابق ذمّہ داریوں کی صورت میں امّت کے ذمّہ عائد ہوتا ہے سو اگر امّت میں عموماً خواص میں خصوصاً ان ذمّہ داریوں کا احساس پیدا ہو جائے جو اس مصیبت کے موقع پر جانے والے کی نیابت میں رہنے والوں پر عائد ہو رہی ہیں اور مرغوبات و مالوفات کی قربانیاں پیش کر کے ظواہر و رواج پر سے نگاہیں ہٹا کر باطنی کیفیات کی مشق کے ساتھ حق کی حمایت اور رواج دینے میں، اور باطل کی تخریب اور مٹانے میں جانے والے کے مجاہدات و ریاضات کی تھوڑی سی جھلک کے ساتھ اُس کی محبوبانہ اداؤں کی مشق کرتے ہوئے اللہ ربّ العزّت کی نصرت کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اپنے آپ کو لگا دیں پھر حق تعالےٰ شانہٗ اپنے کرم و فضل سے ان کمالات اور خوبیوں کی تقسیم اپنے کام میں لگ جانے والوں میں فرما دیتے ہیں۔ ان کمالات کو اس عالم سے واپس نہیں لیتے اور اُن رحمت و انعامات و برکات و نصرت کے دروازوں کو اہل عالم کے لئے کھلا رکھتے ہیں جو اس جانے والے کی ریاضات و مجاہدات پر کھلے تھے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کی آخری تقریر

مرتبہ: پروفیسر محمد حسین گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج جڑانوالہ

مسجد بلال پارک لاہور، یکم اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعرات بعد از مغرب ۸ بجے شام

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

میرے بھائیو اور دوستو! اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس زمین و آسمان میں جو کچھ بنایا ہے اور جا ہے کے لیے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے اُس میں انسان کی وقتی کامیابیاں رکھی ہیں۔ وقتی عیش، وقتی بھوک، وقتی پیٹ بھرنا، وقتی حیات، وقتی موت رکھی ہے۔ یہاں تھوڑی سی دیر کے لیے لذت و عیش ملتے ہیں پھر تکلیف آ جاتی ہے۔

اور جا ہے کے لیے (یعنی جن اعمال کے لیے) انسان کو بنایا ہے اس میں خدا نے سب کچھ ابدی بھی رکھا ہے اور وقتی بھی۔ اس میں ابدی کامیابیاں بھی اور وقتی کامیابیاں بھی ملتی ہیں۔ وقتی راحت اور ابدی راحت بھی ملتی ہے۔ وقتی صحتیں بھی ملتی ہیں اور ابدی صحتیں بھی ملتی ہیں۔ انسان میں جو دولتیں (اعمال صالحہ) رکھی ہیں۔ وہ ایک طرف وقتی طور پر دنیا میں دوسری طرف آخرت میں ابدی طور پر زندگی بناتی ہیں۔ اسی لیے انسان کی یہ دولتیں ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہیں۔ اگر ایک انسان کی یہ دولت بنتی ہے اور اس کے اندر کی مایہ اُبھرتی ہے تو اس سے ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ آبادی بنتی ہے، ساتوں زمین و آسمان سے زیادہ کامیابی ملتی ہے۔ وہ دولت تو بڑی قیمتی چیز ہے اُس کی جو خشت اوّل ہے، یعنی اللہ کہنا خالی اللہ کہنا۔ اور کچھ نہ کہے اور نہ کوئی اور دولت بنائے پھر بھی فرمایا کہ جب تک ایک بھی اللہ کہنے والا دنیا میں باقی رہے گا زمین و آسمان باقی رہے گا۔ قیامت نہیں آئے گی۔ جب ایک بھی اللہ کہنے والا نہ رہے گا، ساتوں زمین و آسمان کو توڑ دیا جائے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ جن دوستوں کے لیے خدا نے انسان کو بنایا ہے وہ کتنی قیمتی ہیں۔ جبکہ ایک لفظ اللہ کہنے پر زمین و آسمان کھڑے ہیں۔ نماز نہیں، اخلاق نہیں، حج نہیں صرف اتنی دولت ہے۔ اگر انسان کی یہ آخری دولت بھی جاتی رہے تو پھر ڈیڑھ ارب سات ارب جتنے بھی انسان دنیا میں اُس زمانے میں ہوں گے سب مریں گے۔ سب مخلوق ختم کی جائے گی۔ تو میرے عزیزا اس سے معلوم ہو گیا کہ زبان سے خالی اللہ کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ ساتوں زمین و آسمان اس پر قائم ہیں۔ جب ایک شخص کہتا ہے کہ میں کھیتی سے پلتا ہوں تو یہ خالی کہنا نہیں بلکہ اِس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت ہے۔ وہ زمین خریدتا ہے، ہل چلاتا ہے، بیج ڈالتا ہے۔ چار چھ مہینے کے بعد کٹائی کر کے غلہ بیچ کر پیسے لاتا ہے۔

اسی طرح جب ہم کہیں کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو یہ خالی کہنا بلکہ اس کے پیچھے ایک لمبی چوڑی محنت شروع ہوگی۔ اگر کہتے ہو کہ ہمارے رب اللہ ہیں تو پھر دکان کھیتی، سیاست، ملازمت سے پلنے کا یقین نکالو، اس بول پر محنت کر کے اس کو دل کا یقین بناؤ۔ اور دل کا یقین بنانے کے واسطے کہنا پڑے گا محمد رسول اللہ۔ اس بول کو دل کی حقیقت بنانے کے واسطے نہ تجارت نہ ملازمت نہ حکومت کی محنت ہے بلکہ اس کے لیے ایک محنت ہوگی جو محنت کی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ وہ محنت کر کے اس لفظ کو دل کی گہرائیوں تک اتارو۔ اور اس حقیقت تک پہنچ کر اللہ سے براہِ راست پلنے کا فیصلہ لو۔ پھر تو وہ تمہیں اتنی اچھی طرح پال کر دکھائے گا۔ عزت دے کر، غلہ دے کر حفاظت دے کر دکھائے گا کہ امریکہ و روس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوں گے۔ اسی پر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہوگا۔ اسی پر لاکھوں حسین عورتیں ہمیشہ کی جوانی، لاکھوں غلمان، ہمیشہ کا سکون اسی پر ملے گا کہ تم اس کو دل میں فٹ کر کے دکھا دو پھر ملے گا۔ اسی کے لیے ہے محمد رسول اللہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ محدود و فانی ہے تمہاری پرورش کا یقین پلٹ جائے لامحدود و غیر فانی کی طرف اس کے لیے ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کہ خدا پالتا ہے محمدؐ کی عبادت پر۔ تم محمدؐ جیسی عبادت کی محنت کرو گے تو خدا تمہیں پالے گا۔ سونے چاندی موٹروں کے استعمال کا نام نماز (محمدؐ جیسی عبادت) نہیں ہے۔ تمہارے دل و دماغ، انگلیوں، ہاتھوں گھٹنوں سب کا محمدؐ کی شکل کے مطابق استعمال نماز ہے۔ زمینداری کیا ہے؟ آپ زمین سے پلنے کے واسطے زمین کے مطابق استعمال ہوتے ہیں۔ دکان کیا ہے؟ دکان کے پلنے کے واسطے دکان کے طریقے کے اعتبار سے تمہارا استعمال۔ اسی طرح نماز کیا ہے خدا کی ذات میں جو کچھ لامحدود و غیر فانی ہے اُس سے پلنے کے واسطے ہمارے طریقۂ استعمال کا نام نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح پلے تھے۔ مکّہ کی گلیوں میں دشمن کے نرغے سے کس طرح بچے تھے۔ بدر میں کیسے بچے اور فتح کی اور خندق میں روٹی کیسے ملی، قبائل میں گھر گئے تو کیسے بچے؟ ان سب کا جواب یہ ملے گا کہ آپؐ نے نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تھا۔ خدا نے کر دیا۔ اسی واسطے جتنی عبادت آپؐ نے کی ہے کسی نبی، کسی ولی نے اتنی عبادت نہیں کی نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ سوکھی ہوئی مشک کی طرح ہو گئے تھے۔ نماز پڑھتے پڑھتے آپؐ کی رانوں تک ورم آ گیا تھا۔ اچھے اچھے تندرست صحابیؓ بھی اگر آپؐ کے کہیں پیچھے کھڑے ہوتے (رات کو نوافل میں) تو کمر میں سارا دن درد رہا۔ چھ پارے کا قیام پھر رکوع و سجدہ قیام کے برابر ایسی چار رکعتیں پڑھیں آج امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کی وجہ سے ہی چل رہی ہے۔ آپؐ نے نماز پڑھ کر خدا سے امت کا قیامت کے لیے بقاء مانگا۔ آپؐ نے مانگا کہ کوئی دشمن امت پر ایسا تسلط نہ ہو جو پوری امت کو ختم کر دے، اللہ نے دُعا قبول فرمائی اور فیصلہ فرما دیا آپؐ نے امت کی مغفرت کی دعا مانگی کہ چاہے یہ کتنے ہی گناہ کرے معاف کر دیا جائے۔ اللہ نے یہ بھی فیصلہ فرما دیا۔ آپؐ نے دُعا مانگی کہ پوری امت قحط سے ہلاک نہ ہو۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا۔ پھر آپؐ نے مانگا کہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ نے نامنظور فرمایا کہ یہ جو بدعملیاں کریں گے تو کوئی تو سزا باقی رہنی چاہیے۔ حضورؐ نے ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آ گیا۔ جب نماز پڑھ کر آپؐ اس امت کے لیے آنسوؤں سے روتے تھے تو زمین آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ رو رہے تھے اللہ نے جبریلؑ کو بھیجا کہ اللہ پوچھ رہے ہیں کہ حبیبؐ کیوں رو رہے ہو؟ آپؐ نے فرمایا کہ امت کے لیے رو رہا ہوں کہ امت کا کیا ہوگا خدا نے کہا کہ ہم آپؐ کو امت کے بارے میں خوش کر دیں گے۔ نہ روئیے۔ ایک دن آپؐ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابہ سمجھے کہ انتقال ہو گیا، فرمایا کہ آج امت کی مغفرت کی بشارت ملی تھی تو شکریہ میں اتنا لمبا سجدہ کیا۔

آپؐ کو تین دن کا فاقہ ہے کیا کیا آپؐ نے؟

نہ کمائی کی نہ کسی رشتہ دار اور دوست سے مانگا۔ مسجد میں نماز پڑھ کر خدا سے مانگا، واپس تشریف لائے عائشہؓ سے پوچھا اللہ نے روٹی بھیجی؟ کہا نہیں۔ پھر مانگا۔ پھر مانگا اسی طرح کئی مرتبہ کیا، آخری مرتبہ حضرت عائشہؓ نے کہا، عثمانؓ آئے تھے کچا پکا لائے ہیں، ہمیں بھی کہہ دیا کہ جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگو۔ اب رب ہونے کی جو حقیقت ہے وہ نماز کے ذریعے مسئلوں کو حل کرانے سے دل میں اُترے گی۔ ورنہ یہ زبان کا بول ہی رہے گا۔ امن کی روٹی کا مسئلہ نماز سے حل ہوگا۔ شخصی مسائل کا حل ایک شخص کی نماز سے ملکی مسائل کا حل ملک والوں کی نماز سے، عالمی مسائل کا حل عالم والوں کی نماز سے ہوگا۔ حضورؐ نے سارے صحابہؓ کو نماز پر ڈالا اس پر خدا نے قیصر و کسریٰ کے ہلاک ان کے ہاتھ میں پکڑا دیئے۔ اب حضرت عمرؓ کے زمانے میں خوب فتوحات ہوئیں اُس کے بعد ایک زبردست قحط آیا۔ چاروں طرف سے بھوکے پیاسے بدحال اُٹھ اُٹھ کر مدینہ منورہ آنا شروع ہوئے اور اُدھر حضرت عمرؓ نے ایک دُعا شروع کی کہ قحط سے یہ مر نہ جائیں۔ دوسرے عمرو ابن العاص کو لکھا کہ تیرے ساتھی خوب پراٹھے کھا رہے ہیں۔ حضورؐ کی امت مدینہ میں بھوکی مر رہی ہے کھانے کا سامان بھیجو۔ عمرو ابن العاص نے لکھا کہ میں سامان خوراک سے لدا ہوا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا اوّل مدینہ میں اور آخر مصر میں ہوگا۔ حضرت عمرؓ کے دسترخوان پر روزانہ چالیس پچاس ہزار آدمی کھانا کھاتے۔ دیہات میں بھی کھانا بھیجا جاتا۔ اُسی زمانے میں گاؤں کے رہنے والے ایک صحابیؓ نے بکری ذبح کی تو سوائے ہڈی خون کھال کے بوٹی نہ نکلی۔ تو اُن کی چیخ نکل گئی کہا وَا محمداہ! ہائے حضورؐ، آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ہچکی بندھ گئی حضورؐ ہوتے تو ہمارا حال یہ نہ ہوتا۔ اسی طرح سو گئے، خواب میں حضورؐ تشریف لائے۔ فرمایا کہ ہمارا پیغام عمرؓ کو پہنچا دو کہ تُو تو بہت عقلمند تھا تیری عقل کو کیا ہو گیا۔ یہ صبح ہوتے ہی حضرت عمرؓ کے گھر پہنچے اور کہا کہ حضورؐ کے قاصد کی پکار کو سنو۔ ایک دفعہ تو حضرت عمرؓ بھی بھول گئے جیسے کہ حضورؐ کا ہی زمانہ ہو۔ پیغام سن کر لرز گئے۔ وہ سمجھے کہ میری زندگی میں کوئی فرق آ گیا ہے۔ سارے مدینہ والوں کو بلا کر کہا کیا میری زندگی بدل گئی ہے۔ سب نے کہا نہیں بدلی۔ فرمایا پھر یہ (دیہاتی صحابیؓ) کیا کہتا ہے؟ خواب کا مطلب سوائے حضرت عمرؓ کے سارا مدینہ سمجھ گیا۔ انہوں نے کہا کہ خواب کا مطلب یہ ہے جب تمہاری نمازیں خدا کے ہاں مقبول ہیں پھر قحط کے خاتمہ کی دُعا کیوں نہیں مانگتے۔ اب حضرت عمرؓ نے دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَسْتَغِيْثُكَ ہم معافی مانگتے ہیں اور بارش مانگتے ہیں۔ ابھی مجمع بکھرا بھی نہیں تھا کہ بارش شروع ہو گئی۔ جانوروں میں جان آنی شروع ہوئی۔ دیہاتیوں نے آکر یہ بتایا کہ جب چاروں طرف سے بادل ایک دوسرے پر چڑھ کر آ رہے تھے۔ تو بادلوں میں سے آواز آ رہی تھی اَتَاكَ الْغَوْثُ يَا اَبَا حَفْصٍ

اے عمرؓ تو نے دُعا مانگی تھی بادل آ گئے۔ اس کے لیے نماز بنانی پڑے گی وضو، استنجا، امامت کی ذمہ داری زندہ کرنے کی بھی محنت کرنی پڑے گی جو نماز میں نہیں آئیں گے انہیں لانے کی بھی محنت کرنی پڑے گی۔ اب ایک لمبا چوڑا نماز کی محنت کا میدان بن گیا۔ اب نماز میں صورت اور سیرت دونوں ٹھیک بناؤ۔ جو نہیں آتے انہیں لاؤ۔ مسجدوں میں جو آ گئے انہیں سکھاؤ، مسجد میں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز محنت سے بنی تھی۔ درندوں کا ختم ہو جانا، لٹیروں، زناکاروں کا ختم ہو جانا، انصاف والوں کا اوپر آ کر لوگوں کی زندگی بنانا یہ ساری ترتیب خود بدلے گی جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کی محنت کا میدان بناؤ گے۔ تمہیں کھیتوں، دکانوں سے پلنے کے منصوبوں کی بجائے نماز پر محنت کر کے نماز کو پلنے کا منصوبہ بنانا پڑے گا تم ویسی نماز کر لو کہ جس سے کم از کم تم دوزخی نہ رہو قبر میں عذاب نہ ہو تمہیں۔ ویسی نماز بنا لو جس سے تمہارے چہرے کی روشنی حشر میں لاکھوں میلوں تک پڑے۔ اپنی کمائیوں سے جن کی وجہ سے تمہارا پلنے کا یقین غلط ہو گیا وقت نکالو یہاں مسجد میں آ کر (اللہ کی) ذات کی عظمت اس کی قدرت کو اتنا سنو کہ بن دیکھے وہ ذات تمہارے سامنے آ جائے اسی لیے فرمایا ہے کہ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کہ خدا کی عبادت ایسے کر گویا تو خدا کو دیکھتا ہے۔ خدا کو دیکھنا کب آئے گا جب عبادت کے لیے خدا کی ذات کے اور اُس کی قدرت کے تذکروں کے لیے محنت ہو۔

دنیا و آخرت کے مسئلے اُس سے (یعنی اُن عملوں سے) حل ہوں گے جس کو حضورؐ نے مسجد میں چلایا تھا۔ خون و خرابہ، اغوا، ڈکیتی، چوریاں، دشمنوں کی یورش تبھی رُکے گی، جب تم وہ پروگرام چلاؤ جو حضورؐ نے مسجد میں نماز کے لیے چلایا تھا۔ وہ ساری چیزیں چلاؤ۔ حضورؐ نے مسجد کی چیزیں بہت چلائی تھیں۔ مسجد میں بھوکے پیاسے ننگے ہیں ناف سے گھٹنے تک صرف کپڑا ہے پھر بھی ایک آدمی کا قرآن سن رہے ہیں۔ اوڑھنے کے لیے کپڑے نہیں کھانے کے لیے دانے نہیں، تعلیم کے حلقے پھر بھی چل رہے ہیں۔ ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ اس حلقہ میں تشریف لائے اور فرمایا اے فقرائے مہاجرین خوش ہو جاؤ تم اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں داخل ہو گے نماز کے لیے خشوع و خضوع کی محنت کی جائے گی امام کے پیچھے رہنا پڑے گا۔ جس نماز میں لفنگوں کو زانیوں کو خدا پلٹیں گے وہ نماز بنانی پڑے گی۔ اگر اللہ کو رب مانتے ہو تو پھر یہ محنت کر لو۔ جب نماز پر محنت کرتے کرتے تمہارے دل و دماغ پر خدا چھا جائیں۔ اللہ رب ہیں وہ نماز کی تعلیم پر پالیں گے مقدمے ختم کریں گے مصیبتیں دُور کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ساری باتوں پر جو فرمائیں وہ سنو۔ جب آپ فضائل کی مجلس میں بیٹھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا جتنے لوگ باہر محنتیں چلا رہے ہیں اُن کا بچاؤ اس مسجد کے اندر بیٹھنے والوں سے ہو رہا ہے۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا یہ حدیث ہے۔ پھر مخبر صادقؐ کی باتیں آپ کے دل و دماغ میں اُتریں گی کہ عزت یہاں ہے پرورش یہاں ہے یہاں محنت کرو۔ ذکر کرنے، تلاوت کرنے تعلیم کرنے پر اور فضائل و مسائل سیکھنے کی محنت پر یقین ہو کہ اس سے زندگی بنے گی۔ پھر نماز دھیان سے پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سب کی تربیت کرنے والے اللہ ہیں اور عبادت پر وہ تربیت کرتے ہیں اور میرا قیام عبادت ہے اگر حضورؐ کے طریقے پر میرا قیام آ گیا تو اس قیام کی وجہ سے اللہ دنیا و آخرت میں پالے گا قیام میں بیت اللہ کا رُخ ہو۔ قرآن کا خُدا کے دھیان اور اخلاص سے پڑھنا ہو اس پر یقین جماؤ کہ خدا اِس پر پالے گا پھر چلو رکوع کے اندر کیا کہو گے؟ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پاک ہے وہ ذات جو عظمت والی ہے وہ میرا رب ہے۔ اب رکوع عبادت ہے اگر میرا رکوع حضورؐ کے طریقے پر ہو گیا خدا کی قدرت پر یقین کرنے میں صورت کے اعتبار سے اور نیّت کے اخلاص کے اعتبار سے تو اس رکوع پر اللہ پالیں گے۔ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ قومہ درست ہو گیا تو خدا اس پر پالیں گے۔ پھر سجدہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہو گیا تو اللہ اس پر پالیں گے۔ یہی محنت نماز کے اندر کرنی ہوگی۔ یہی باہر کہ جس سے نماز درست ہو جائے۔ جو چیزیں نماز کو درست کریں گی اُن پر یقین بناؤ کہ اللہ ان میں لگنے پر پالیں گے۔ دعوت تعلیم ذکر پر پالیں گے انہیں اپنے اندر بناؤ۔ اب جاؤ محلّوں کے اندر گشت کرو کہ شہر کا کوئی آدمی بے نماز نہ رہے۔ مہینے میں تین دن دیہات میں جاؤ اور کوشش کرو کہ کوئی بے نماز باقی نہ رہے۔ سال میں چلہ میں کوشش کرو کہ پورے ملک میں کوئی بے نماز نہ رہے۔ تین چلے میں پوری دنیا میں کوشش کرو کہ کوئی بے نماز نہ رہے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد جو کچھ لیا ہے وہ نماز پر لیا ہے۔ حضورؐ نے اکیلے اپنی ہی نماز ہی نہیں بنائی بلکہ مکّہ والوں مدینہ والوں طائف والوں نجد والوں سب کی نماز بنائی کیسے؟ جو کلمہ پڑھتے انہیں نماز کی محنت میں لگا دیا۔

جب یہ یقین آ جائے کہ اللہ رب ہیں نماز پر پالیں گے تو خدا پوری دنیا کی ترتیب بدل دیں گے۔ اب نماز والے کی نماز کب قبول ہوگی۔ پہلے مسجد میں نماز کو بناؤ پھر نماز کی بنیاد پر کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت تینوں لائنوں کو دین بناؤ یعنی انہیں حضورؐ کے اُن طریقوں پر لاؤ جو چلنے کے واسطے دے گئے ہیں۔ تجارت، ملازمت حکومت میں بھی کمائی کی جاتی ہے۔ آپؐ جو رستہ لائے ہیں اس میں بھی کمائی ہے۔ گھر کی زندگی دوا دارو انسانوں کے رستے میں بھی ہے حضورؐ کے رستے میں بھی ہے سب کچھ۔

نماز کی بنیاد پر کمائی کیا ہے؟ کہ کمانے پر نہیں خدا راضی ہو کر دے گا۔ حضورؐ کے طریقے پر کمانے سے دے گا۔ لیکن یہ نماز درست جب ہوگی کہ یا تو نہ کماؤں یا حضورؐ کے طریقے پر کماؤں۔

نہ کمانے والے کا اللہ سے لینے کا طریقہ یہ ہے کہ نہ کمانے کی حالت میں مخلوق کا بیسہ نہیں دبانا ہوگا، اظہار حال نہیں کرنا ہوگا، سوال نہیں کرنا ہوگا۔ اسراف (دل کی دوسری جانب جھانک) نہیں کرنا ہوگا۔ بھوک آ جائے تو بھوک کی حالت میں جزع فزع نہیں کرنی ہوگی۔ اس کی مثال کے لیے سارے حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ خود حضورؐ، حضرت عیسیٰؑ، اصحاب صفہ رضؓ سب۔ یہ سب لاکھوں مثالیں ہیں تیرے لیے نہ کمانے والوں کی۔

اگر تو کمانا ہی چاہے تو کما ضرور یہاں بھی پابندیاں ہیں خدا سے لینے کے لیے۔ کماتے ہو تو اس بنیاد پر چلو کہ کمائی سے نہیں ملے گا۔ خدا دے گا۔ حضورؐ کے طریقے پر کماؤں گا تو اللہ دے گا۔ میں پیسے کے لیے نہیں کماتا، حضورؐ کا طریقہ کمانے میں چالو کرنے کے لیے کماتا ہوں۔ کمانا ہے یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ ہم دکان کرتے ہیں دکان پر یقین نہیں کرتے، حکومت پر یقین نہیں کرتے۔ خدا پر کرتے ہیں۔ یہاں دکان کرنے میں دیکھنا ہوگا کہ کیا بیچنا ہے کیا نہیں بیچنا۔ تصویریں فحاشی کی کتابیں، مخرب اخلاق چیزیں نہیں بیچنی۔ جیسے ایک تو سؤر اور کتے حرام ہیں ان کا کھانا حرام ہے آگے حلال جانور بکری وغیرہ کا آپ نے گلا گھونٹ دیا یا بکری کے دو ٹکڑے کر دیئے، خواہ آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر بھی کہا حلال جانور بھی حرام ہو گیا۔ اسی طرح کمائی میں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ جس طریقے سے حلال کمائی حلال بنتی ہے وہ طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ کمائی میں گھسے تو حضورؐ کا طریقہ چالو کرنے کے واسطے گھسے۔ اور کیا کہا کہ خدا کو راضی کرنے کے لیے کماتا ہوں۔ حضورؐ کے بتائے ہوئے فضائل کے شوق سے کماتا ہوں خدا اس پر پالے گا۔ آپ کی یہ کمائی چاہے تجارت ہو چاہے مزدوری آپ کا رابطہ خدا کی ذات سے قائم ہو گیا۔ اس پر آپ کو دنیا میں بھی آخرت میں بھی وہ ملے گا جو خدا کی ذات کے خزانوں میں ہے۔ دوسروں پر گولے پڑیں گے۔ تمہاری دکان پر نہیں پڑے گا۔ اگر پڑے گا نقصان نہیں کرے گا کیونکہ تمہاری دکان میں حضورؐ کا طریقہ ہے وہ دکان راکٹ سے زیادہ مضبوط ہوگی۔

اب گھر کی زندگی بھی نماز کی بنیاد پر چلانی ہوگی اس میں بھی کچھ لباس حلال ہیں کچھ حرام ہیں۔ کچھ گھر بنانے حلال ہیں کچھ حرام ہیں۔ پھر حلال میں بھی کچھ طریقے حلال ہیں کچھ طریقے حرام ہیں۔ حضورؐ کے طریقے سے بیوی بچوں کے ساتھ ہماری ترتیب ہوگی تو خدا پالے گا۔ حضورؐ کے طریقے کا جھونپڑا کسریٰ کے محلوں، یہود و نصاریٰ کے طریقے کی کوٹھیوں سے قیمتی ہے۔ جو پچاس روپے کے حضورؐ کے طریقے کے جھونپڑے میں مزہ ہے وہ خدا کی قسم یہود و نصاریٰ کی پچاس لاکھ روپے کی کوٹھیوں میں حلاوت نہیں۔ حضورؐ کے طریقے کے سوا روپے کے کرتے میں جو مزہ ہے وہ یہود و نصاریٰ کے پانچ لاکھ کے لباس میں نہیں۔ پالنے والے اللہ ہیں۔ حضورؐ کے طریقے پر پالیں گے۔ خدا پرورش اُس وقت بگاڑیں گے جب ہم گھر کے نقشے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے طریقے پر چلیں گے۔ رب کی بنیاد پر گھر کا نقشہ بھی دیا گیا ہے اس میں دوا دارو ولادت و موت کے طریقے بھی آئیں گے۔ مسجدوں میں بیٹھ کر صحابہؓ اولیاءؒ کے طریقے سیکھو۔ اگر تم نے کوٹھیوں کو یہود و نصاریٰ کے طریقے پر رکھا تو زمین کا ایک جھٹکا انہیں توڑ سکتا ہے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر جھونپڑا بنایا تو خدا کی قسم اُس پر راکٹ بھی گرے گا تو راکٹ ٹوٹ جائے گا۔ یہ اینٹ پتھر جو بے قیمت ہیں تو قیمتی بنیں گے نہیں۔ قیمتی تو حضورؐ کے طریقے ہیں جو ذاتِ اقدس سے نکلے ہیں محمدؐ کی۔ جن کا حکم چلا ہے اللہ کی ذات سے۔ اگر ساتوں زمین و آسمان کے برابر ایک کوٹھی ہو جس میں سارے ہیرے جواہرات لگا دیئے جائیں تو خدا کی قسم حضورؐ کی پاخانہ پھرنے کی ایک سنت کے مقابلے میں اُس کی کوئی قیمت نہیں۔

اِسی بنیاد پر معاشرت لے تو اس پر خدا تمہیں خوب دیں گے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے فجر کی دو رکعت کی قیمت کے برابر نہیں۔ اب کہ پانچ ہزار لے کر تم افریقہ گئے (اللہ کے دین کی محنت کے لیے) تو پانچ لاکھ نماز پڑھنے والے بن گئے۔

تم میں کمائی کی ہوس عثمانؓ، عمرؓ اور امام حسنؓ بننے کے لیے نہیں ہے تم میں کمائی کی ہوس ہے۔ قارون و شداد کے نقشے پر اور یوروپ کے زانیوں کے نقشے پر آنے کے لیے۔ اگر تم حضورؐ کو امام بنا لو۔ یہود و نصاریٰ کی بجائے تو تمہارے پاس خوب وقت اور پیسہ بچے گا اور پھر تم کالے گورے کو نماز کی بنیاد پر لا کر جوڑ دو۔ تو تمہارا دنیائے انسانیت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔ دُنیا آپ کو اس کا بدلہ نہ دے گی خدا دے گا۔ ایک ایک نماز پر خدا تمہیں ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنتیں دے گا۔

ایک معاشرت بنانی پڑے گی، انصاف کی بنیاد پر۔ یہ انصاف نہیں اپنی لاکھوں کی کوٹھی ہو اور دوسرے لاکھوں فاقے مر رہے ہوں۔ اگر آپ اس پر نہیں آ سکتے۔ کچھ تو اپنا معیار کم کیجئے اور اپنے نبیؐ کی نقل اُتاریئے۔ جنہوں نے تین تین دن فاقے کیے ہیں تمہارے بننے کے لیے آپؐ نے خون کے بہت قطرے بہائے ہیں حالانکہ آپؐ کے خون کے ایک قطرے کی زمین و آسمان قیمت نہیں بن سکتے۔ یہ نہیں تھا کہ حضورؐ پر نہ ملنے کی وجہ سے فاقہ آتا تھا بلکہ عشاق دیتے ہیں۔ ہدیے تو امت پر لگا دیتے ہیں۔ خود فاقے کرتے ہیں۔ فاطمہؓ سے اتنی محبت ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے جب اُن کے ہوتے ہوئے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابوجہل کی بیٹی سے میں نکاح حرام نہیں کرتا لیکن میری فاطمہ کو جو دُکھ پہنچائے اس کا مجھ سے تعلق نہیں۔ اُسی فاطمہؓ کا جب نکاح کیا تھا تو سب سے غریب علیؓ سے کیا تھا۔ ایک دفعہ غلام باندی آئے تو فاطمہؓ حضرت علیؓ کے بھیجنے پر گئیں۔ شرم سے واپس آ گئیں حضورؐ تشریف لائے۔ علیؓ نے مدعا بیان کیا تو فرمایا امت بھوکی مرے اور تمہیں باندی غلام دوں حضورؐ کی امت آج بگڑ رہی ہے تم تھوڑی سی قربانی کر کے اُس کو اوپر نہیں لا سکتے۔

معاشرت میں انصاف کو سامنے رکھو۔ صاحب یہ مہاجر و مقامی کا مسئلہ ہے۔ یہ نہیں کہنا ہوگا۔ پٹھان غیر پٹھان کا مسئلہ کہنا یہ ظلم کے نعرے ہیں۔ جب آدمی ظلم کرتا ہے جاہلیت و عصبیت پر عمل کرتا ہے تو خدا نماز و روزہ اُس کے منہ پر مار دیتے ہیں یہاں تک کہ مسلم عیسائی ہندو مسلم بھی کوئی مسئلہ نہیں کہ تم مسلم کی مسلم ہونے کی وجہ سے حمایت کرو۔ اگر اس طرح مدد کرو گے تو تم ظالم ہو گے اور ظالم کو خدا کبھی نہیں چمکاتے۔ تم تحقیق کرو کہ واقعہ کیا ہے پتہ چلا کہ اس پنجابی نے سندھی کے پیسے چھین لیے ہیں تو آپ پنجابی ہونے کے باوجود سندھی کی مدد کیجیے۔ اور پنجابی سے حق دلوایئے۔

جو قوم انصاف کرے گی سروں پر آئے گی جو ظلم کرے گی پیروں میں آئے گی۔ اب ہماری مدد نہ قومیت نہ لسانیت نہ وطنیت نہ رشتہ داری نہ پارٹی کی بناء پر ہوگی حتیٰ کہ مسلمان ہونے کی بناء پر بھی نہ ہوگی بلکہ ظلم و انصاف کی بناء پر ہوگی۔ پھر تمہارے سامنے نہ راکٹ نہ بمبار جہاز کوئی چیز ہے۔ چاہے تمہارے پاس کھانے کے لیے جو کی روٹی چٹنی ہو تو خدا تمہیں ساری دنیا میں چمکائے گا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ ……

اے ملک کے مالک جسے چاہتا ہے تو ملک

باقی صفحہ ۴۶ پر

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

دین کے احیار کی وہ تحریک جسے تبلیغی کام سے موسوم کیا جاتا ہے جو شخص بھی اس کی جس قدر افادیت کا قائل ہے اسی قدر رنج والم کے ساتھ اُس نے یہ خبر سُنی ہو گی کہ اس کام کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اچانک وفات پائی اور احیار دین کی اس جد و جہد کی وہ مثالی شخصیت جس کے جذبہ و عمل کے مشاہدے اور جس کے انفاس گرم کی تاثیر سے کتنوں ہی کو ہمہ سوز و ہمہ عمل ہو جانے کی توفیق ملی وہ آج راہِ خدا کے ان دیوانوں کے درمیان موجود نہیں ہے۔

بے شک بقاء و دوام اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کی اس دنیا میں کسی کو موت سے رستگاری نہیں لیکن یہ بھی حق ہے کہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

مولانا نے جس راہ پر دیوانہ وار چلتے ہوئے جان دی ہے یہ اسی عشق کی راہ ہے جس میں مر کر بھی آدمی مرتا نہیں۔ اُس کی صرف یاد زندہ نہیں رہتی بلکہ اس یاد کے اثرات سے دلوں کو زندگی ملتی ہے اور یہی حیات دوام ہے جو صرف عشاق کے نصیب میں آتی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں دین سے معمولی تعلق رکھنے والا بھی کون مسلمان ہوگا جو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے نامِ نامی سے آشنا نہ ہو آپ کے عظیم المرتبت والدِ ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے ۴۰ برس پہلے دین کی عمومی دعوت اور اُس کے احیار کی جو عظیم مگر سادہ جد و جہد اپنی مؤمنانہ بصیرت اور ایک والہانہ سوز و تڑپ کے اثر سے شروع کی تھی، مولانا کے انتقال پر (یعنی اب سے ۲۰ برس قبل) اس کی گراں بار ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر آئیں جبکہ آپ کا سن ۳۰ برس کے اندر تھا۔ مگر آپ کی خدا دادا صلاحیتوں نے اس بیس برس کے اندر اس دینی تحریک کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ پہلے جس کام کا دائرہ عمل غیر منقسم ہندوستان کے اندر محدود تھا اب اس کی جڑیں روئے زمین کے ہر ہر خطہ میں جا پہونچیں اور خود ہندوستان و پاکستان کے اندر وہ مناظر اس کام کی وسعت و مقبولیت کے آج آئے دن نظر آتے ہیں۔ جو کل صرف آرزوؤں اور تمناؤں کا درجہ رکھتے تھے۔۔۔ غرض وہ پودا جو تھوڑی سی ہی نشو و نما حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی زندگی میں پاسکا تھا مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی صلاحیتوں سے ایک تناآور درخت کی شکل میں دنیا کے سامنے ہے۔۔۔

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا

افسوس اس ہستی کا چراغِ حیات ۲/ اپریل (۲۹/ ذی قعدہ) یوم جمعہ کی سہ پہر کو لاہور کی سرزمین پر آناً فاناً گل ہو گیا۔ ایک ہستی کا چراغ نہیں بجھا دین کا ایک روشن چراغ بجھ گیا روشنی کا ایک بلند مینار گر گیا۔ دین کے لئے سوز و تڑپ کی ایک تصویر نگاہوں سے اوجھل ہو گئی جسے دیکھ دیکھ کر ہر دن اور ہر رات نہ معلوم کتنے دلوں میں اسی تڑپ کی بجلیاں کوندنے لگتی تھیں۔۔۔ خدا اپنی رحمت بے پایاں کی بارشیں ان کی رُوح پر فرمائے اور اس عظیم خلا کو اپنی قدرتِ خاص سے پُر فرمائے جو ان کی اچانک وفات سے پیدا ہو گیا ہے۔۔۔

مولانا کا لاہور میں قیام اسی دینی دعوت کے سلسلے میں تھا جس کے لئے ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف تھا۔ شوال کے پہلے (اور فروری کے دوسرے) ہفتے میں آپ اپنے رفقار کے ساتھ پاکستانی احباب کی دعوت پر مشرقی اور مغربی پاکستان کے ایک لمبے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔ لاہور اس سفر کی آخری منزل تھی اور ۲/ اپریل ۲۹/ ذی قعدہ ہی کی تاریخ دہلی واپس ہونے کے لئے مقرر تھی۔

مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

۔۔۔ واپسی ٹھیک اسی تاریخ کو ہوئی مگر کس طرح کہ وہ لاہور ہی میں جمعہ و عصر کے مابین ابدی نیند سو چکے تھے اور اسی کے عالم میں شب کو تین بجے ایک ہوائی جہاز انھیں دہلی کے ہوائی اڈہ پر لے کر اُترا اور وہ تبلیغی مرکز و مسجد جہاں دوسرے دن صبح کو ان کے ارشادات سننے اور ان کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کے لئے دور دور سے سمٹ کر مشتاقوں کا مجمع ہوتا تھا اُن کے اشکبار سوگواروں سے بھری ہوئی تھی۔ اور مسجد کیا بھری ہوئی تھی۔ دہلی بھری ہوئی تھی۔۔۔

افسوس یہ کیسی بجلی ملّت کے شکستہ ایوان پر گری اور کیسی نعمت چشم زدن میں ہاتھوں سے نکل گئی۔ ابھی مولانا کی عمر پچاس سال کی بھی نہ تھی۔ قویٰ مضبوط اور جسم تنو مند تھا۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ دل سے جتنا کام لیتے تھے اور اعصاب پر جتنی شدید محنت کا بوجھ انھوں نے ڈال رکھا تھا اُس میں ظاہری قوت و صحت کے باوجود دل کا جواب دے جانا کوئی بہت حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ دن و رات میں کئی کئی بار طویل طویل خطابات، پھر ان خطابات میں ایک جذبہ و حال دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے کام کی فکر و نگہداشت، آرام سے بے نیازی، صحت و مرض کی تفریق سے لاپروائی، ہر لمحہ محویت کا عالم، یہ ایسی چیزیں نہیں جنھیں قلب و اعصاب بڑی مدت تک برداشت کر سکیں۔ بے شک یہ بڑا ہی عظیم خسارہ ہے کہ دین کے احیار کی جد و جہد کے لحاظ سے ایک نادرۂ روزگار ہستی یوں آن کی آن میں دنیا سے اُٹھ گئی۔ مگر انھوں نے ایک نمونہ دیا ہے کہ آدمی کمر باندھے تو دین کے لئے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ایسے زندۂ جاوید نمونے جب اٹھتے ہیں تو اپنے پیچھے میدان خالی چھوڑ کر نہیں جاتے ان کی موت سے زندگی کے چشمے اُبلتے ہیں، وہ ایک روح ایک کی جگہ کتنوں ہی میں سرایت کرتی ہے اور جو جذبہ ایک ذات محدود تھا وہ موت کے بعد کتنوں ہی کی میراث بن جاتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس حادثہ کا صرف صدمہ ہی ملّت کے حصے میں نہیں آئے گا بلکہ اس کا یہ صلہ بھی خدا کی رحمت سے بھرپور عطا ہو گا۔

بقیہ: حضرت جی کی آخری تقریر

دے دیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے جسے چاہے ملک دے کر ذلت دے دے جسے چاہے ملک چھین کر عزت دے دے تو سب کچھ اپنی قدرت سے کرتا ہے۔

جو اپنی عبادت، کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت میں اللہ کے رب ہونے اور حضورؐ کے طریقے پر نماز کی بنیاد پر چلنے کے اعتبار سے چلتا ہے تو مسلمان ہے آج تم پہاڑ سمجھتے ہو کہ کوٹھی والا جھونپڑے میں کیسے رہے گا۔

جس دن حضورؐ تمہارے محبوب بنیں گے۔ پھر کہو گے محبوب جاہے میں رہے اُسی میں رہنا ٹھیک ہے۔ جب نماز پڑھ کر خدا سے پلنے کا یقین آجائے گا تو پھر کمائی، گھر کی زندگی، معاشرت تینوں لائنیں حضورؐ کے طریقے پر آجائیں گی۔

باقی صفحہ ۵۳ پر

حضرت جی —— اور آپ کی زندہ تحریک

—— دینی جرائد کی نظر میں

از:- عبدالکریم مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا - امابعد

خدام الدین میں حضرت جی نمبر کا اعلان پڑھا تو اس میں شرف شرکت کا خیال پیدا ہوا گو جۂ تحریر سے ناآشنائی اور عنوان بالا کے ہر دو اجزاء سے متعلق معلومات ندارد کی حد تک قلیل ہونے کے باوجود یہ شوق اس لئے دامنگیر ہوا کہ بعض اہل اللہ کو بارگاہ صمدیت میں اس درجہ مقبولیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کا ذکر خیر اور ان کے لئے دعا ترقی درجات اور استغفار کرنا بھی ذریعہ اصلاح فی الدنیا و نجات فی الاخرہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے شرح الصدور صہ ۱۵۰ میں سند کے ساتھ یہ واقعہ نقل فرمایا ہے :-

کفن چور کا عجیب واقعہ

کہ ایک کفن چور اس غرض سے ایک صالحہ کے جنازہ میں شریک ہوا کہ قبر کا پتہ لگا لے تاکہ کفن کشی میں اسے سہولت رہے۔ غرض بُری تھی لیکن بعض اوقات نیکی کی شکل اور صورت بھی کام کر جاتی ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ جب وہ کفن چھیننے گیا اور کفن کو کھینچنے لگا تو کفن پوش صالحہ نے فرمایا :-

سُبْحَانَ اللّٰهِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَسْلُبُ مِنْ اِمْرَاَةٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

یعنی عجیب بات ہے ایک جنتی مرد جنتی عورت کا کفن اتار رہا ہے۔ چور کو تعجب ہوا کہ مجھ سا بدعمل کس طرح جنتی ہوا۔ مگر خود صالحہ نے اس کا یہ شبہ بھی دور کر دیا۔ اور فرمایا :

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّكَ صَلَّيْتَ عَلَيَّ وَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ غَفَرَ لِمَنْ صَلَّى عَلَيَّ

تو میری نماز جنازہ میں شریک رہا اور اللہ تبارک و تعالےٰ نے ان سب کی مغفرت فرما دی ہے جنہوں نے میری نماز جنازہ ادا کی ہے۔

سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اسی قسم کا دوسرا واقعہ بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ پر تحریر فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں :-

ایک شخص سری السقطی رح کے جنازہ میں شریک رہا۔ رات کو اس نے خواب میں آپ کی زیارت کی پوچھا مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ یعنی رب کریم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا جواباً فرمایا :-

غَفَرَ لِيْ وَلِمَنْ حَضَرَ جَنَازَتِيْ وَصَلّٰى عَلَيَّ -

اللہ تعالےٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ اور ان سب کی بھی جو میرے جنازہ پر حاضر ہوئے اور نماز جنازہ ادا کی۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی حیٰوۃ طیّبہ ایمان و یقین سے معمور زندگی اور وجعلنا لہٗ نورًا یمشی بہ فی الناس کی آئینہ دار جد و جہد کو دیکھ کر بے اختیار یہ یقین پیدا ہوتا ہے کہ آپ بھی اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ان محبوبین حق کے سرخیل معلوم ہوتے ہیں جن سے ادنیٰ صحیح تعلق بھی انشاء اللہ اصلاح و نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ ع

باچوں توئی معاملہ برخویش منت است

اور بظاہر یہی جذبہ ان سطور کے تحریر کا باعث بنا۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا لکھوں واقعہ یہ ہے کہ آپ کے علمی اور عملی کمالات پر کچھ آپ کے عارفانہ مراتب میری سمجھ سے باہر ہیں۔ مجاہدانہ مساعی میں شرکت کی سعادت حاصل نہیں ہوئی۔ ارشادات اور ملفوظات سے محرومی رہی اب محفل رنداں میں شرکت کی جائے تو کس منہ سے۔ ع

تو بیرون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

غور کرنے پر جو کچھ سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ آپ کے صرف تین ملفوظ" جن میں ایک ملفوظ بلاواسطہ سننے کا شرف حاصل ہوا اور دو کا بالواسطہ" قارئین تک پہنچائے جاویں۔ ان معنی خیز ملفوظات سے اگر بعض اہل دل محظوظ ہو جاتے ہیں تو انشاء اللہ اس ناکارہ کی نجات کا بہانہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ ع

رحمتِ حق بہانہ می جوید

ساتھ ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی محبوب اور زندہ بلکہ زندہ جاوید تحریک پر اپنے محدود ترین معلومات کے مطابق بعض دینی جرائد کے "تاثرات کو یک جا کر کے پیش کر دیا جائے۔ اس شہادت حقہ سے اگر ایک طرف انتم شہداء اللہ فی الارض کے ماتحت حضرت کے درجات بلند ہونے کی پوری توقع ہے تو دوسری جانب تعلیمی اور سیاسی طرز پر اسلام کی خدمت کرنے والے اداروں کا آپ کی چلائی ہوئی تبلیغ پر اعتماد اس کی ضرورت اور عمومیت نفع کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

الہامی تحریک

ملک کی مقتدر اور اسلامی سیاست کی واحد حامل جماعت جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے ہفت روزہ آرگن ترجمان اسلام نے حضرت جی رح کی وفات کو" اسلامی دنیا کا عظیم نقصان قرار دیا ہے۔ فاضل مدیر نے لکھا ہے :-

"تبلیغی جماعت کی بنیاد اور اس کا طریقۂ کار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے خاص القاء و اشارات پر شروع ہوا تھا اور یہ ایسا بے ضرر اور مفید طریقۂ تبلیغ تھا کہ اس نے چند سالوں میں سارے عالم اسلام کی جھولیاں اسلامی تڑپ کے موتیوں سے بھر دیں۔ یہ طریقہ بظاہر بڑا آسان اور بے ضرر ہے مگر نفس کشی اور ریاضت میں اس کو اعلیٰ مقام حاصل ہے"۔

ہر امیر و غریب، نیک و بد، نرم و درشت

انسان کو خطاب کر کے اس کو مسجد لے جانا یہ بنیادی طور سے مسلمان بنا کر اسلاف کے ماحول سے خوگر بنا دینا معمولی کام نہیں ہے بڑے بڑے سرکاری افسر اور عہدہ دار، اہل دفاتر اور اونچے اونچے دنیادار بسترے اٹھائے تبلیغ دین کے نام سے گھر سے نکل کر سنت اسلاف کو زندہ کرتے ہیں۔ حضرت مولٰنا محمد یوسف صاحب رح کی تقاریر اکثر الہامی طرز کی ہوتی تھیں۔ ہر وقت اللہ تعالٰے کی مدد ان کے شامل حال رہتی تھی۔ ان کے متبعین کو خارق عادات حالات پیش آتے رہتے ہیں یہ سب باتیں ان کی حقانیت اور خلوص کی دلیل ہیں۔

ملک کے مشہور مذہبی اور اسلامی سیاست کے قائد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی مدظلہٗ کا تبلیغ کے الیاسی یوسفی طرز پر تبصرہ اس کے بہترین اثرات کا اعتراف محتاج توضیح نہیں خصوصاً مخطط جملے اس نیک تحریک سے متعلق آپ کے گہرے اعتماد اور اس کے متعلق جذبات کے مظہر ہیں۔

انقلاب انگیز نظام

ملک میں مذہبی دینی عربی مدارس کے وسیع حلقہ میں مدرسہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی کو علامہ محمد یوسف صاحب البنوری کی سرپرستی اہتمام اور شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے جو مقام حاصل ہے اور اس حلقہ میں جس امتیازی شان کا وہ حامل ہے وہ ارباب علم وتقوٰی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ مدرسہ مذکورہ کا ذمہ دار ماہنامہ بینات آپ کی محبوب تحریک کو انقلاب انگیز نظام قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:-

"بینات کی کتابت ہوچکی تھی اور پریس میں کاپی جانے والی تھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملی۔

اس حادثہ فاجعہ سے کلیجہ منہ کو آگیا۔ مدرسہ میں فوراً تعطیل کر کے ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا اور ایک جلسہ تعزیت منعقد کیا گیا۔ جلسہ کی قرارداد اور حضرت ممدوح کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں آئندہ ماہ کچھ لکھا جاویگا اس وقت تو جناب باری میں عرض ہے کہ اللہ تعالٰے آپ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے اور درجات و مراتب بلند فرمائے! اور کسی باصلاحیت شخص کو توفیق عطا فرمائے کہ جو تبلیغ کے اس مفید اور انقلاب انگیز نظام کو جاری رکھ سکے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

(بینات بابت ذیقعد ۸۴ھ)

ایک بے نظیر اور عالمگیر نظام

مذہبی رسائل، اخبارات اور جرائد میں سب سے کثیر الاشاعت اور محبوب ترین بین المسالک والمشارب ہفت روزہ "خدام الدین لاہور" نے آپ کی وفات پر بھرپور صدمہ محسوس کیا۔ اس نے عنوان قائم کیا۔

"آسمان اصلاح وتبلیغ کا آفتاب غروب ہوگیا"

وہ اپنے غم بھرے اداریہ میں لکھتا ہے:-

"آپ کی موت دنیائے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی ..... آپ نے اسے (الیاسی طرز تبلیغ کو) آفاقی بنانے میں تن من کی بازی لگا دی اور اتنے جوش و ولولہ کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دورِ حاضر میں اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے نظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانڈے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے۔ نہ اشتہار بازی کی نہ پروپیگنڈا کے موجودہ طریقے اختیار کئے نہ بیانات اور انٹرویو سے دلچسپی لی..... ہمیں اللہ رب العزت سے امید ہے کہ وہ حضرت مولٰنا الیاس رح اور حضرت جی مرحوم کے مشن اور صدقہ جاریہ کو جاری رکھے گا۔ اور وہ تمام راستے کھلے رہیں گے جو ان کے ناخن تدبیر نے کھولے اور جن پر چل کر لاکھوں انسان ذکر اللہ میں مگن اور فکر آخرت میں مست ہیں۔"

خدام الدین ۱۲/۸ ۱۳

حضرت جی رح کے کمالات آپ کی تحریک کے خصوصیات اور اس کی عام افادیت پر خدام الدین جیسے ذمہ دار مذہبی ہفت نامہ کے مندرجہ بالا مخطط جملے محتاج تبصرہ و توضیح نہیں ہیں۔ اور اس کی صداقت حقانیت اور اہمیت پر کھلی شہادت ہے۔

ایمان کی تخم ریزی کرنے والی جماعت

لائلپور کا "المنبر" جو اپنے مدیر شہیر مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف کے اعجاز قلمی کے باعث اسلامی سیاست سے دلچسپی رکھنے والے پاکستانیوں میں محتاج تعارف نہیں"۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کو عظیم داعی الی اللہ قرار دیتا ہے۔ اس کا مدیر آپ کی وفات کے غم میں نڈھال ہے اور اس کی جماعت کو درج ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتا ہے:-

"ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ اس عظیم شخصیت کے بلاوے پر ہزاروں لاکھوں انسان گھربار چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے قلوب میں ایمان کی تخم ریزی اور اعمال صالحہ کی آبیاری کے لئے دیوانہ وار پھر گھوم رہے ہیں۔ جس شخص کے ایمان کی حرارت نے شرق و غرب اور عجم و عرب میں ایک حرکت پیدا کر دی ہے اس شخص کا موجود رہنا از بس ضروری ہے۔"

عالمی تنظیم

لائلپور کا خورد سال مگر تیز گام "لولاک" آپ کی تحریک کو عالمی تنظیم سمجھتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:-

"آپ کا اور آپ کی جماعت کا مرکز دہلی میں نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں تھا۔ وہیں سے آپ تبلیغ کی عالمی تنظیم کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

تبلیغی جماعت اگرچہ ہماری روایتی، مذہبی اور سیاسی جماعتوں کی طرح دفاتر اور عہدے داروں وغیرہ کی مرہونِ منت نہیں۔ تاہم وہ ایک جماعت کی حیثیت سے متعارف ہے جو نہ صرف برصغیر ہی میں بلکہ دنیا کے دوسرے اکثر ممالک میں بھی متعارف ہو چکی ہے اس کے وفود امریکہ، برطانیہ، جاپان اور دوسرے یورپی اور افریشیائی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے نہایت کامیاب طریقہ سے تبلیغ کرنے جاتے رہتے ہیں اور اس طرح یہ ایک غیر سیاسی خالص مذہبی عالمی تنظیم بن چکی ہے۔"

یہ صرف چند ایک اُن دینی اور ملک و ملّت کے اسلامی طرز پر خدمت کرنے والے اداروں کے تاثرات ہیں جو آپس میں عملی اختلاف اور طریق کار میں متفاوت ہونے کے باوجود اس پر متفق ہیں کہ حضرت مولانا محمد الیاس رح اور ان کے جانشین حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ دین کا جو

ڈھنگ اختیار فرمایا تھا۔ وہ اتفاقی ہے الہامی ہے۔ عالم اسلام کی جھولیاں اسلامی تڑپ کی موتیوں سے بھر دینے والا ہے اِنقلاب انگیز نظام ہے۔ یہ اپنے نتیجہ کے لحاظ لاکھوں انسانوں کو ذکراللہ کی لگن اور فکر آخرت میں مست کرنے والا ہے۔

اس سے شرق و غرب اورعرب وعجم میں حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایمان کی تخم ریزی اوراعمال صالحہ کی آبیاری کرتا ہے۔ برصغیر کے علاوہ یورپی ممالک امریکہ، برطانیہ اور جاپان میں بھی اس کے ذریعہ اسلام کی کامیاب تبلیغ ہو رہی ہے۔

یہ رسائل اور ہفت نامے اتفاقی طور پر نظر سے گذرے۔ ان کے علاوہ بیسوں اور مذہبی اور دینی طرز پر سوچنے والے اداروں کی ترجمانی کرنے والے رسالوں نے بھی یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت جیؒ اورآپ کے طریق کار کو بلند الفاظ سے سراہا ہو گا —— عالم اسلام کی مستند دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور نے کیا کچھ خراج تحسین نہیں پیش کیا ہوگا۔ بہرحال ان ذمہ دار شخصیتوں کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ الیاسی تبلیغ جیسا کہ ظاہری طور پر سمجھا جاتا ہے صرف الفاظ کلمہ اور الفاظ نماز سکھانے تک محدود نہیں۔ اس کے نتائج نہایت دُور رس اور نفع عام و تام ہے اورجس کی اہمیت اورضرورت سے صرف نظر کرنا قومی نقصان کے مترادف ہے۔ باطل کے ہر مورچہ پر اسلام کی جانب سے اپنے طور پر مدافعت کرتے ہوئے بھی تمام اسلام پسند بزرگوں اور رضاکاروں کا فریضہ ہے کہ وہ اس دینی حرکت کی سرپرستی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں —— یہی ہر دو حضرات مرحومین کو اسلامی خدمات کو صحیح خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ اوراس سے ہر دو بزرگوں کی روح کومسرور کیا جا سکتا ہے۔ صرف لفظی اور رسمی یادگاروں سے تو بہت ممکن ہے ان اکابر کی روح اوربھی متاثر ہو اور وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

بعض دوستوں کا کھٹکا

بعض بزرگوں اور کچھ احباب سے سنا گیا ہے کہ اس طرز پر کام کرنے والے حضرات حق اسی طرز تبلیغ میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اسلامی تعلیمی مدارس اور اداروں کی خاص ضرورت محسوس نہیں کرتے دوسرے طریق کار سے ملک و ملت کی اسلامی طرز پر خدمت کرنے والے اداروں اورجماعتوں کوغیرضروری قرار دیتے ہیں اوراس طرح گویا وہ چاہتے ہیں کہ دوسرے تمام مورچوں کو خالی چھوڑ دیا جائے اورصرف اسی ایک مورچہ پر تن من دھن سے کام ہی ملت اسلامیہ کی مشکلات کے لیۓ کافی ہے۔

احقر کا خیال ہے کہ اوّلاً تو جماعت کے بیسیوں سرکردہ ارکان اور بزرگوں کو اس وہم کے خلاف کھلے طور پر عمل کرنے والا پایا گیا ہے۔ مختلف طرز پر دین کی خدمت کرنے والوں کے ساتھ وہ دلی ہمدردیوں کے ساتھ تعاون بلکہ شرکت کرتے رہتے ہیں ثانیاً چونکہ یہ تحریک بہت عام ہو چکی ہے اوراتنی طویل الذیل کہ بفضلہ تعالےٰ اب اس کے حدود اربعہ وسعت زمین کے ساتھ وسیع ہوتے جا رہے ہیں۔ ادھر ہر ذہن و فکر کا آدمی، ہر ماحول میں پلنے والا شخص چونکہ بحمداللہ اس سے متاثر ہو رہا ہے اور پھر وہ اس صداقت کی جانب دعوت دینا بھی اپنے ضمیر کی آواز سمجھتا ہے ان میں بہت سے نو آموز بھی ہوتے ہیں بعض کا ذہن خاص ماحول سے متاثر بھی ہوتا ہے اس لئے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کام کی طرف جب وہ دعوت دینے لگتا ہے۔ اور پوری قوت سے اس کی طرف ہر مسلمان کو بلاتا ہے تو بسا اوقات الفاظ کی تنگ دامانی سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ شاید وہ تمام دوسرے دینی کام بھی چھڑانا چاہتا ہے۔ ممکن ہے بعض خصوصی عوامل اورحوامل کے باعث کچھ ذہنوں میں غلط فہمی بھی موجود ہو لیکن ان کے بنیادی اصول احترام مسلم، اکرام علماء کے ہوتے ہوئے شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ مظاہر العلوم کی سرپرستی اورمختلف العمل دینی اداروں کے ذمہ داروں کی تصریحات بالا کی موجودگی میں یقین کر لینا چاہئے کہ جماعت کے اکابر اور ذمہ دار ہر وقت اس فکر میں ہوں گے کہ کسی وقت بھی کوئی کارکن غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے اور ہمہ تن اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہیں۔ ہمارے اس خیال کی تائید مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف کے اس بیان سے بھی ہوتی جو المنبر ۱۳ ذی الحجہ ۸۴ھ زیر عنوان "مجاہد کبیر" کے پڑھا جا سکتا ہے —— مولانا رقمطراز ہیں —— اور ایک نہایت ضروری تمہید کے بعد جو افسوس ہے یہاں بخوف طوالت ترک کر دی جاتی ہے ——

مولانا محمد یوسف علیہ الرحمۃ ان تمام نفسیاتی امراض سے کماحقہٗ آگاہ تھے جو تبلیغی جماعت کی طرح پھیلنے والی جماعتوں اور داعی و مبلغ کی حیثیت سے دوسروں کو نصیحت اور تبلیغ کرنے والے افراد میں پیدا ہو جاتی ہیں میں نے دیکھا کہ رائے ونڈ میں مولانا خصوصیّت سے دنیا کی محبت، شہرت کی ہوس، آپس میں مسابقت منافست اور بالآخر مشاجرت و نفاق اوراسی طرح نمازوں کا اہتمام کرنے والوں میں غرور نفس بے جا زعم اپنے کام پر فخر اوراسی قسم کے دوسرے عنوانات بڑی وضاحت سے بیان فرماتے بحق یہ ہے کہ مولانا یہ باتیں ایک ایسے قائد کی حیثیت سے بیان فرماتے جو ایک جانب تو کام کی توسیع کے لئے اپنی توانائیوں کو داؤں پر لگانے کا فیصلہ کر چکا ہو اور دوسری طرف وہ اس غم میں پگھلا جا رہا ہو کہ جو قافلہ وہ تیار کر رہا ہے کہیں وہ ان بیماریوں کا شکار نہ ہو جائے جو اس سے پہلے اس قسم کے قافلوں کو ناکام و نامراد بنانے کا باعث بن چکی ہیں —— انتہی

حاصل یہ کہ بعض افراد میں کسی وجہ سے بعض خامیوں یا غلط فہمیوں کے موجود ہونے کا انکار نہیں۔ بات اصل تحریک اوراس طریق کار کے نفع بخش ہونے میں ہے اور یہ کہ اکابرین سلسلہ ان مشکلات سے بےخبر نہیں ہیں اور یہ کہ وہ ہر وقت ان کو قابو میں لانے کی فکر میں بھی ہیں ہاں حضرت جیسے محقق قائد کے رخصت ہونے کے بعد موجودہ ذمہ داران تحریک کی ذمہ داریوں میں یقیناً اضافہ ہو جاتا ہے امید ہے جناب قریشی صاحب امیر مغربی پاکستان، حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ملتان، مولانا محمد احمد صاحب بہاولپور، مولانا محمد جان صاحب عرفی خیل، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب لائل پور جیسے بزرگ اس جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائیں گے۔ تاکہ اس مفید ترین طریق اصلاح و تبلیغ کی محبوبیت میں کوئی کمی راہ نہ پائے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

ملفوظاتِ ثلاثہ

اب حضرتؒ کے وہ تین ملفوظات لکھتا ہوں جن کا ابتدائی مضمون میں ذکر گذر چکا ہے۔

ملفوظِ اوّل

رائے ونڈ میں ایک بار حاضری کا موقعہ نصیب ہوا تھا۔ حضرتؒ نے سب سے توڑنے اور اللہ کی جوڑنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:۔

"اگر ایک شخص ایسے مکان میں ہو جس میں سو شیشے لگے ہوئے ہوں اس میں ایک چڑیا اُڑ رہی ہو تو وہ بلاشبہ سو جگہ اڑتی نظر آئے گی۔ لیکن اس ایک اصلی چڑیا کے سوا سب کے سب اس کے ظل اور شیشوں میں اُتری ہوئی تصویریں ہیں۔ جو شخص اس ایک اصلی چڑیا کو پکڑلے گا سب کے سب اس کے ہاتھ میں آجاویں گی اور جو اسے چھوڑ کر دوسروں کو پکڑنے کی کوشش کرے گا عمر بھر محنت کرتا رہے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئیگا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی اسی ایک ذاتِ حقیقی کو حاصل کرلے گا تو تمام ضروریات خود بخود اس کے قبضہ میں آجاوینگی اور اسے چھوڑ کر جتنی بھی محنت کرو سب رائیگاں اور فضول۔ او کما قال رحمہ اللہ تعالےٰ۔

ملفوظِ ثانی

سرگودھا ایک تبلیغی اجتماع میں تشریف لائے تھے بعد العصر علماء سے خصوصی خطاب فرمایا۔ مخدومی و مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ راوی ہیں کہ اس مجلس میں حضرت نے کلمات اذان کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"انسان عناصر اربعہ کا مجموعہ ہے۔ ہر عنصر میں خاص اثر ہے ان کے نامناسب اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ابتداءً اذان میں چار بار تکبیر کہلوائی گئی۔

(باقی تشریح محفوظ نہیں رہی)

ملفوظِ ثالث

اسلام میں معاشی مشکلات کے حل پر حسبِ روایت مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر المنبر ارشاد فرمایا:

"جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جن چند افراد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کو قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاشی مسئلے کے بارے میں جو رویہ اختیار فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلے یہ بات فرمائی کہ تم نے جتنے اوقات معاش کے لئے وقف کئے ہوئے ہیں۔ ان کا بیشتر حصّہ اسلام کے لئے فارغ کردو

دوسرا ارشاد یہ ہوا کہ فلاں ذریعہ ترک کردو یہ ناجائز ہے فلاں معیشت سے دست کش ہو جاؤ یہ تمہارے رب کو ناپسند ہے۔ معیشت پر ان دو حملوں کے بعد تیسرا وار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ جو کچھ تم کمانے ہو یہ صرف تمہارا حق ہی نہیں ہے۔ اس میں تمہارے ان بھائیوں کا بھی حق ہے جو وسائل معیشت سے تہی دامن ہیں چوتھی بات آپؐ نے یہ ارشاد فرمائی کہ جو کچھ تم کماؤ۔ اس میں سے بہت سا دین کی خدمت کلمۃ الحق کی سربلندی اور بنی نوع انسان تک اپنی دعوت پہنچانے اور راہ خدا میں جہاد کرنے میں صرف کرو۔

یہ آپ کے ملفوظات کا ایک نمونہ ہے ع:۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مولانا غلام غوث صاحب نے سچ کہا ہے کہ آپ کی اکثر تقاریر الہامی طرز کی ہوتی تھیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو دین کے لئے محنت کرنے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔ و صلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

بقیہ: حضرت جی کی ایک یادگار تقریر

اور اس کے لئے نہ مال لگے نہ جان تو خدا کی قسم! یہود اور نصاریٰ کی طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے۔ اور حضورؐ سے دور ہو جاؤ گے۔ اور خون چوسنے والوں کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ جس نے (یعنی حضورؐ نے) ہماری حفاظت کے لئے خون دیا تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور قریب ہو جاؤ گے تو گویا خون دینے والے سے دور ہوئے۔ اور خون لینے والے سے قریب ہوئے۔ حالانکہ حضورؐ سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے۔ اور حضورؐ سے دور ہونے میں ہمارا نقصان ہے۔ اس لئے کہیں کہ اس ماحول کو بدلو۔ یہ ماحول نہایت زہریلا ہے اس کی تو ہر چیز غلط۔ اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھ صحیح ہے مجھے بتا دو کہ اس کی کون سی چیز صحیح ہے۔ اب ایک بات ہماری مان لو۔ سو ڈیڑھ سو دو سو روپیہ ساتھ لے کے ہمارے ساتھ لاہور چلو تین دن تو سنتے رہو۔ پھر جتنا وقت خدا تمہارے دل میں ڈال دے اتنا دے دیجیو۔ پیسے لے کے تین دن لے لئے چلو اور یہ نیت کر کے چلو کہ اللہ میرے جی میں ڈال دے اور یوں دعا کرو کہ اللہ تو اس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں نہ آوے تو واپس چلے آئیو۔ اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی میں ڈال دے۔ اتنا دے آئیو۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

بقیہ:۔ وعظِ بنجوی

جوانی کے ساتھ دین کی خدمت کرنا اور پھر ایک ایک رکن جماعت کو جوانی، جذبات جوانی اخلاصِ جوانی، شوقِ جوانی، شوکت جوانی اور رعب جوانی دے کر راہِ حق، میدان حق اور شہادت حق کی مرگِ شہادت نصیب فرما اور حضرت مولانا محمد یوسف دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شہیدان فردوس کی آسودہ جماعتوں کی قیادت بھی اسی طرح نصیب فرما جس طرح اس دنیا میں انہیں نصیب فرمائی تھی۔

اے اللہ جس طرح حضرت جی زمین پر ہزاروں ساتھیوں کو تبلیغ کے راستوں میں لئے لئے پھرتے تھے۔ اسی طرح آسمان پر بھی لاکھوں شہیدان حق کو لئے ہوئے باغ فردوس کی روشوں پر سیر و سیاحت کرتے رہیں!

اور پس ماندگانِ زمین کے لئے عرش الٰہی کا پایہ پکڑ پکڑ کر اسی الحاح و زاری اور سوز و گداز کے ساتھ دعا کرتے رہیں۔ جس طرح رائے ونڈ کے بتیرے دن خیموں کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر کیا کرتے تھے۔